



”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔۔

”السلام علیکم احباب۔۔۔۔“

”ناولز کی دنیا“ کے ناولز میں خوش آمدید۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کر کے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے ”ناولز کی دنیا“ [ویب سائٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل](#) دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جائے گی۔۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(user name [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page:- [Zoya Talib](#) (UserName: [Novelskiduniya77](#))

[Youtube Channel: Novels Ki Dunya \(NKD\) Official](#)

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیے ہر پیج کے نیچے [Blue](#) الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں۔۔۔۔۔ شکریہ۔۔۔۔۔

عہدِ رفاقت

از قلم: مرحبان قُطب

قسط نمبر: 06

"کیا اتنی گہرائی سے سوچا جا رہا ہے؟" سیف، ہُود اور دلاور کی آمد بھی اُسکو خیالات سے باہر نہیں لاسکی تھی تبھی سیف نے قریب آکر ٹیبل بجاتے ہوئے اچھنبے سے سوالیہ کیا تو وہ چونک کر اُن تینوں کو دیکھنے لگا جو اُسے تشویش سے دیکھ رہے تھے۔

"پریشانی کی بات ہے کوئی؟" اُسکو یونہی خاموش دیکھ کر ہُود نے اُسکے مُقابل بیٹھ کر نرمی سے پوچھا۔ لاکھ اختلاف اور جھگڑے ہوں مگر یہ بھی سچ تھا کہ سلطان بھی اُسے معارج کی طرح ہی عزیز تھا۔ سلطان نے چہرہ اٹھا کر اُسکو دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلایا۔ ہُود نے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے جبکہ سیف اور دلاور نے ایک دوسرے کو حیرانگی سے دیکھا۔ بات حیرانگی کی ہی تھی کیونکہ سلطان خان کبھی بھی اپنے مسئلے اور پریشانیاں اُن لوگوں کو نہیں بتاتا تھا کیونکہ جانتا تھا کہ اُسکی ایک ایک بات معارج سکندر تک پہنچ جاتی ہے۔

"مجھے کچھ دن کے لیے جانا ہو گا۔" اُسکی واضح بات پر ہُود کے ساتھ سیف اور دلاور کے چہرے کا رنگ بدلا۔ ہُود نے بغیر کچھ کہے تیزی سے جیب سے سیل فون نکال کر کیلنڈر کھولا اور پھر تاریخ کے ریما سٹڈر پر جلی حروف میں

'Sikander Uncle and Aunty's Death Anniversary'

لکھا دیکھ کر سیدھا ہوا۔ چہرہ پھیر کر اُس نے پریشانی سے سیف اور دلاور کو دیکھ کر سلطان کو دیکھا جو بے حد مضطرب اور مضطرب لگ رہا تھا۔ بے ترتیبی سے بکھرے بال اور عجیب اول جلول سا حلیہ یہ باور کروانے کو کافی تھا کہ اُسکو آیتِ تطہیر کی فکر ہے ورنہ آج سے پہلے وہ یوں خاموشی سے دبے پاؤں منظر سے غائب ہو جاتا تھا کہ اتنے دن تک اُنہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ سلطان خان جا چکا ہے۔ "مِس آیت کے لیے پریشان ہو رہے ہو؟" سیف نے آگے بڑھ کر ہُود کے برابر کرسی سنبھالتے ہوئے فکر مندی سے سوال کیا۔

"ہمم! اُسے پہلے ہی میرا گھر میں راتوں کو نہ ٹھہرنا ٹھٹکا رہا ہے۔" اُسکے مدہم لہجے پر اُن تینوں نے ایک دوسرے کو پریشانی سے دیکھا کیونکہ بات واقعی پریشانی والی تھی۔

"تمہیں کس نے کہا تھا کہ آیت کو پروپوز کرو؟" ہُود نے تفکر سے جھنجھلا کر کہا اتنے سالوں سے سب مشکل سے ہی سہی مگر نارمل اور ٹھیک جا رہا تھا اور اب سلطان صاحب نئی مُصیبت کھڑی کرنے کے چکر میں تھے۔

"میں نے نہیں کیا۔" اُسکی تیز وضاحت پر ہُود نے چونک کر اُسکو دیکھا۔

"تو پھر؟" دلاور اُسکے برابر پھرتی سے سوال کر کے آیا۔ سلطان نے تکان بھری سبز آنکھوں سے اُن تینوں کے سوال مانگتے چہروں کو دیکھا۔

"مجھے تطہیر نے پروپوز کیا تھا۔" اُسکی اگلی بات، انکشاف نہیں دھماکہ تھا۔ وہ تینوں حیرت کی زیادتی سے ششدر ہو کر اپنی جگہ سے حقیقتاً اُچھل پڑے۔

"کیا۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو؟" ہود نے آگے ہو کر بوکھلاتے ہوئے حیرانگی سے کہا۔ سلطان نے جس طرح کچھ کہے بغیر اثبات میں سر ہلایا چونک اٹھتا ہود ٹھہر کر اُسکو سنجیدہ، اندر تک اُترتی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"اور وہ تمہیں کیوں پروپوز کرے گی؟" ہود کے یک دم سنبھلتے، سنجیدہ سوال پر سلطان خان پہلی بار ٹھٹکا۔ چہرے کا رنگ اُس سوال پر تیزی سے پھیکا پڑا جو اُسکے ارد گرد بیٹھے اُسکے دوستوں سے مٹتی نہیں رہا تھا۔ اپنے چہرے کے تاثرات پر اُسے معارج سکندر کی طرح دسترس حاصل نہیں تھی مگر پھر بھی سنبھل کر جس بے پرواہی سے اُس نے شانے اچکائے، ہود ابراہیم مٹھیاں بیچ کر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا بکواس کہی ہے تم نے مس آیت سے؟" اُسکے تیز، سخت لہجے کے استفسار پر سیف اور دلاور بھی پریشانی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جانتے تھے کہ ہود معارج سکندر کے معاملے میں کس قدر حساس ہے۔ اگر سلطان نے کبھی بھی کچھ ایسا کیا کہ معارج سکندر کو اُس سے تکلیف ہو اس پر ہود، سلطان خان کے قتل سے بھی دریغ نہ کرتا مگر مسئلہ سارا یہی تھا کہ وہ سلطان خان کا قتل نہیں کر سکتا تھا جس کا وہ کمینہ بھر پور ناجائز فائدہ نہ جانے کب سے اٹھاتا آ رہا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں اُس سے کوئی بکواس کر سکتا ہوں؟" اُسکے جواب کے بدلے کیئے جانے والے سوال میں کچھ ایسا تھا کہ ہُود کتنی ہی دیر تک اُن سبز آنکھوں میں دیکھتا رہا اور پھر گہرا سانس لے لے پلٹا۔

"تم مِس آیت کو کچھ دِن کے لیئے پھر سے ہاسٹل ڈراپ کر دو۔" دِلاور کے کہے جانے پر سلطان نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔

"میں اُسکو ایک پُر سکون، تحفظ دیتی چھت دے کر چھین نہیں سکتا۔ وہ اُس گھر میں بہت سکون سے رہ رہی ہے۔" سلطان کے جواب میں کچھ تھا جسے محسوس کر کے ہُود نے پلٹ کر اُسکو دیکھا اور ہُود کی گہری، کھوجتی نظروں پر اُسکے گلے کی گُلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی۔

"تو پھر؟" سیف نے پریشانی سے سوال کیا۔ اُنکی فکر مندی کے برخلاف ہُود بہت غور سے سلطان کے چہرے کے پُر سوچ اُتار چڑھاؤ کو دیکھ رہا تھا۔ اُسکی نظروں سے بے نیاز سلطان خان کے چہرے اور دِل میں سمٹتی بے چینی اور اضطراب کی کوئی حد نہیں تھی۔ اُسکو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ آیت سے کیا کہے؟ کونسا ایسا جواز پیش کیا جائے جس سے وہ اُسے لے کر مشکوک ہونے کے بجائے مطمئن ہو جائے؟؟ اُسکے منظر سے ہٹ جانے سے کم از کم وہ کچھ دِن سکون سے تو گُزار لے گی کیونکہ اُسکی ذاتی، پُر اسرار اور پُر خار زندگی میں جھانکنے کی نہ سلطان خان اُسے اجازت دینے والا تھا اور نہ آیتِ تطہیر کا ایسا کوئی ارادہ تھا۔ اُسے سلطان خان کے نجی معاملات میں دخل اندازہ کرنے کا کوئی شوق نہیں تھا کیونکہ وہ۔۔۔۔ وہ آیتِ تطہیر کے دِل کا مکین نہیں تھا کہ اُسکے لیئے پریشان ہو کر، مضطرب ہوا جائے مگر پھر بھی سلطان خان اُسے اپنی جانب سے متفکر اور اُلجھن کا شکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

✓ تعزیت کیجیے کہ ایک موجِ طرب لے ڈوبی

ہم نے جس رنج کو پالا تھا بڑے نازوں سے۔۔۔

"میری ماں! کتنی بار کہوں کہ مت معذرت کرو اتنی۔" وہ کوئی دو گھنٹے سے رو کر ہلکان ہوتی صدف کو یہ بات کہہ چکی تھی مگر اُسکی سُوئی تو جیسے ایک ہی جگہ اٹک گئی تھی۔

"تمہیں معلوم ہے نہ میں تمہارے بھائی کو پسند نہیں کرتی تو میں بہت خوش ہوں صدف کہ میری شادی نہیں ہوئی اسفر سے۔" اُسکے مطمئن لہجے میں کہی جانی والی بات پر صدف کہ آنسو ٹھہر گئے۔ پریشانی میں یہ بات تو ذہن سے محو ہی ہو گئی تھی۔

"سچ کہہ رہی ہو نہ؟" وہ جانتی تھی کہ آیت کو اُسکا بھائی نہیں پسند تبھی اُس نے آیت کو بہت سوچنے سمجھنے کا بھی کہا تھا مگر اُسکو یوں مشکل وقت میں چھوڑ کر اپنی ماں، بہن کے لیے واپس چلے جانے والے بھائی کی وجہ سے وہ اپنی بہن جیسی دوست سے بے حد شرمندہ تھی۔

"قسم اللہ کی سچ کہہ رہی ہوں۔ میں بہت خوش، پُر سکون اور مطمئن ہوں۔" اُسکا لہجہ اس قدر ہشاش بشاش لگ رہا تھا کہ صدف ٹھٹک گئی۔

"تم ہاسٹل میں ہی رہ رہی ہو نہ۔۔۔ میں تمہاری طرف آ رہی ہوں۔" صدف کے کہے جانے پر وہ چونک گئی۔ جانتی تھی کہ صدف کا بس نہیں چل رہا ورنہ اڑ کر اُس تک پہنچ جاتی۔

"چپ کر کے گھر پر رہ کر آنٹی کا خیال رکھو۔ میں یہاں بالکل محفوظ ہوں۔ اس لیے تم نے میرے لیے اب بالکل پریشان نہیں ہونا۔" اُسکے دو ٹوک انداز پر صدف نے آنسو پونچھے۔

"میں مظفر آباد کے لیے نکل آئی ہوں۔ امی کے پاس ساریہ بھابھی ہیں اور میں امی کو بتا کر آ رہی ہوں۔ بس ایک ہفتہ اپنی تسلی کے لیے تمہارے پاس رہوں گی۔" اُسکو انداز پر آیت نے اپنا ماتھا پیٹ لیا۔ صدف کو سمجھانا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔

"تمہیں سمجھانا اور اونٹ کو رکشے میں بٹھانا، برابر ہے۔" آیت کے کلس کر کہنے پر صدف کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ ساری پریشانی اور تفکر پل بھر میں تحلیل ہو گیا۔

"ہاں! نہ اونٹ نے رکشے میں بیٹھنا ہے اور نہ میں نے سمجھنا ہے۔" صدف کی مسکراتی آواز پر آیت بھی مسکرا دی۔

"اونٹ پھر کسی نہ کسی طرح رکشے میں بیٹھ جائے گا مگر تمہیں سمجھانا بے کار ہے۔ کب تک پہنچو گی یہاں؟" اُسکے ہار مانتے انداز پر صدف نے مسکراہٹ دبائی۔

"بس دو گھنٹوں میں، انشاء اللہ!" اُسکی اطلاع پر آیت کی نگاہ ہال کی دیوار پر لگی وال کلاک تک گئی۔ اسلام آباد سے آزاد کشمیر کا راستہ تقریباً تین، چار گھنٹوں پر مشتمل ہے اگر ہزارہ موٹر وے سے آیا جائے اور یقیناً وہ وہیں سے آ رہی تھی۔

"انشاء اللہ! خیریت سے پہنچو۔" وہ جو اُسے اپنے نکاح کا بتانے والی تھی، موضوع بدل گئی۔ جب صدف سامنے ہو گی تبھی تفصیل سے، سہی طریقے سے بات ہو سکتی ہے اور سلطان کا کیا معلوم وہ بھی تب

تک گھر آ جائے۔ الوداعی کلمات کہہ کر سیل فون ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اُسکا ارادہ صدف کے لیے کچھ اچھا سا کھانا تیار کرنے کو تھا۔ کچن کی جانب آنے سے پہلے اُس نے ایک نظر سلطان کے بند کمرے کو دیکھا اور پھر سر جھٹک کر اوپن کچن کی جانب آئی۔ اگر اُسے پرواہ نہیں تھی تو آیت کو کیا ضرورت ہے خوا مخواہ اُسکے نجی معاملات کی ٹوہ لینے کی۔ جب وہ اُسکو کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا وہ بھی اب لا تعلق رہے گی۔ سر جھٹک کر کھٹا کھٹ سبزیاں سلاد کٹنگ بورڈ پر کاٹتے ہوئے جیسے سارا غصہ اُتارا جا رہا تھا مگر اُسکے اندر کی جھنجھلاہٹ کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ طیش تھا کہ کسی بھی پل باہر اُبل کر آ سکتا تھا۔ اُس نے اپنے غصے، بے چینی، اُلجھن، اضطراب جیسے لاتعداد بے نام جذبات کو با مشکل خاموش کروایا ہوا تھا تبھی گاڑی کا ہارن بجا مگر وہ کان لپیٹ کر اُسی طرح کام کرتی رہی۔

"ہے نہ چابی۔ خود ہی کھولتا رہے۔" بڑبڑا کر ہاتھوں کی رفتار میں مزید تیزی آئی۔ کچھ ہی دیر بعد ہال کا دروازہ کھلا اور پھر کچن سے آتی اٹھک پھٹک کی آوازوں پر قدم نا سمجھی سے کچن کی سمت آئے۔ اوپن کچن کاؤنٹر میں کام میں پوری طرح منہمک آیت نے قریب آتے قدموں پر چہرہ اٹھا کر اُسے نہیں دیکھا جو کاؤنٹر ٹاپ پر دونوں ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے اُسکو دیکھنے لگا تھا۔

"اسلام و علیکم!" اُسکو یونہی مصروف دیکھ کر سلطان خان کو ہی پہل کرنی پڑی مگر دوسری جانب اُس پر واپس سلامتی بھیجنے کا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔

"تم تو سلام کے جواب سے بھی گئی۔" کچھ دیر پہلے کا اضطراب اور کشمکش کا سلطان کے چہرے سے کوئی واسطہ نہیں لگ رہا تھا۔ آیت نے چھری کٹنگ بورڈ پر رکھ کر سنجیدگی سے نگاہیں اٹھائیں اور اُن نظروں

پر جھکا سلطان تیزی سے پیچھے ہوا۔ وہ آنکھیں قیدی کو اسیر کر دینے کی طاقت رکھتی تھیں اور سلطان خان قیدی تو بن سکتا تھا، اسیر نہیں۔

"جب تم مجھے سلامتی کا موجب نہیں سمجھتے تو میرے جواب سے تمہیں کیا سروکار۔" بہت سے سوالات، الجھنیں اور جذبے اندر ہی کہیں مدفون کر کے سلامتی کا جواب دیا گیا۔ سبز آنکھوں کے قریب گھنی سیاہ بھنویں تعجب اور دلچسپی سے اکھٹی ہوئیں۔

"کس کافر نے کہہ دیا ایسا؟" انداز صاف مسکراتا ہوا تھا۔

"تمہارے ہر عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے اور یہاں ہے کون جو مجھ پر ظاہر کرے۔" اُسکے اندر کا اُبال کسی اور صورت، مختلف الفاظ کے ساتھ باہر نکل رہا تھا۔ اُسکے چہرے کی سنجیدگی پر سلطان خان کے چہرے کی مسکراہٹ سمٹی۔ پھر سے اُسکی آنکھوں میں پریشانی اور سوچ کے سائے لہرانے لگے۔

"واللہ! ایسا کچھ نہیں ہے، تطہیر۔" اُسکے نرم، مدہم لہجے پر آیت نظریں پھیر کر پلٹ کر جلتے چولہے تک گئی۔ دیگی کا ڈھکن کھول کر بریانی میں چچہ ہلایا۔ ڈھکن کھلنے سے بریانی کی اشتہا انگیز خوشبو سارے گھر میں پھیلنے لگی۔ سلطان نے بے ساختہ آنکھیں موندتے ہی اُس خوشبو کو روم روم میں اُترتے محسوس کیا۔ یہ خوشبو بالکل اُسکے ماں کے کھانوں سے آنے والی خوشبو جیسی تھی۔ اس خوشبو کا تو کہیں کوئی نعم البدل نہیں ہوا کرتا تھا۔ ایسا اُسکا اور معارج کا یقین تھا لیکن اس خوشبو نے اُسکی قوتِ شامہ کی ہر حس کو جھنجھوڑ دیا۔ چہرے کا رنگ تیزی سے ماند ہوا۔ کنپٹی کی نس پھڑپھڑائی۔ چکراتے سر پر ہاتھ رکھ کر وہ تیزی سے پیچھے ہوا۔

"تم اپنے گھر میری وجہ سے آتے نہیں ہو۔ تمہیں نہیں معلوم میں کس قدر یہاں رہتے ہوئے شرمندہ محسوس کرتی ہوں۔ اگر تم نے یونہی ہر وقت غائب رہنا ہے تو مجھے بتاؤ میں۔۔۔" وہ جو گہرا سانس لے کر کہے جا رہی تھی، کسی احساس پر ٹھہری کر پلٹی اور پھر اُن سنہری آنکھوں کی پتلیاں تیزی سے پھیلیں۔

"معارض!" چلا کر وہ اُسکی جانب کانپتے وجود، دھڑکتے دل اور سرد پڑتے چہرے کے ساتھ بھاگی مگر سلطان خان تک اُسکی وہ دل کو چیرتی پکار نہیں پہنچ سکی تھی کیونکہ وہ پورے قد سمیت زمین بوس ہو گیا تھا اور یہ سلطان خان پر قدرت کا انعام ہی تو تھا۔

"معارض۔۔۔! معارض۔۔۔" کانپتے لہجے سے اُسکو اُٹھانے کی کوشش میں ہلکان ہو کر نڈھال ہوتی وہ ایک ہی نام پکارے جا رہی تھی۔ وہ نام جو دل کی دھڑکنوں کو رواں رکھنے کا موجب تھا۔ جو ہمیشہ، ہر آنے والے سال، ہر موسم میں دل پر حکمران رہا تھا۔ اُن بند آنکھوں، سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر اُسکو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہونے لگا۔ وہ اُس اتنے توانا شخص کو اکیلے نہیں اُٹھا سکتی تھی۔ اچھا خاصا زور لگانے کے بعد پھولتی سانس، پسینے سے تر چہرے اور ننگے پیروں کے ساتھ وہ ٹیبل کی جانب بھاگی جہاں اُسکا سیل فون پڑا تھا۔ کانپتے ہاتھوں سے سیل فون پر سیف کا نمبر ملا کر کان پر لگا کر وہ تیزی سے اُس تک آئی جسکے ٹھنڈے پڑتے وجود سے یوں لگ رہا تھا کہ خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو۔

"سیف!" کال اُٹھائے جانے پر اُس نے اس قدر بے چینی اور تیزی سے پکارا کہ ہُود اور دلاور کے ساتھ بیٹھا سیف تیزی سے سیدھا ہوا۔

"کیا ہوا، مِس آیت؟" سیف کی پریشانی پر ہُود اور دِلاور نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"انہیں۔۔۔ انہیں۔۔۔ معلوم۔۔۔ نہیں۔۔۔" ہچکیوں سے روتی آیت سے جملہ بھی مکمل نہیں ہو رہا تھا۔

"آپ رونا بند کریں گی تو مجھے کچھ سمجھ آئے گا۔۔۔ کیا ہوا ہے؟" اُسکی بے چینی پر آیت نے لرزتے ہاتھوں سے آنسو پونچھ کر ایک نظر خوف میں مبتلا کرتے، ساکت وجود کو دیکھا۔

"تم گھر آ جاؤ۔ انکو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے۔" سسکیوں پر بامُشکل قابو پر کر بھیگتی آواز میں بات مکمل کی۔

"کیا ہوا سلطان کو؟" سیف کے کہے جانے پر اُسکو سویا ہوا ذہن بیدار ہونے لگا۔ چونک کر اُس نے چہرہ پھیر کر اُس چہرے کو دیکھا۔

"بے ہوش ہو گئے ہیں۔" بامُشکل کہہ کر کال مُنقطع کر کے سیل فون وہیں پھینک کر اُس چہرے کو بغور دیکھا۔ اُلجھن کو کوئی سِرا نہیں مل رہا تھا۔ کیا وہ اپنی خواہش کو زُبان دے رہی تھی یا واقعی اُسے فریب میں رکھا جا رہا تھا؟ لیکن کیوں؟ یہ ایک چہرہ، دو نام کیوں تھے؟؟ سر جھٹک کر اُس نے اللہ کا نام لے کر جھک کر کھڑے ہوتے ہوئے اُسکو سیدھا کرنا چاہا مگر وہ اُسکو ایک انچ نہیں ہلا سکی۔ کئی بار کی لگاتار کوششوں کے بعد برستی آنکھوں کے ساتھ بے دم ہو کر وہ اُسکے برابر میں جیسی ہی بیٹھی عین اُسی لمحے سیف اور اُسکے ساتھ کوئی اور مرد بھاگتا ہوا اندر آیا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" نڈھال اور شل بیٹھی آیت کو دیکھ کر ہُود نے تیز لہجے میں سوال کیا۔ آیت کی نظر اُس چہرے سے ہوتے ہوئے سیف کے ساتھ اُسکو اُٹھانے کی کوششوں میں ہلکان ہوتے شخص تک

گئی۔ وہ چہرہ اُس نے کہیں دیکھا تھا مگر اِس وقت دھچکے، اُلجھن، اضطراب نے اُسکے ذہن کو بالکل مفلوج کر دیا تھا۔ وہ یونہی بے حس و حرکت بیٹھی اُس کے بے ہوش وجود کو دیکھتی رہی جسے سیف اور وہ شخص بامشکل اٹھا کر باہر لے جا رہے تھے۔ یک دم اُسکا سویا ہوا ذہن بیدار ہوا۔

"مم۔۔ میں بھی چلوں گی۔" سیڑھیاں اتر کر باہر آتے ہوئے اُس نے تیز مگر لرزتے لہجے میں کہا۔ گاڑی کا دروازہ بند کر کے پلٹتے ہوئے اُسکو بغور دیکھا جو سیف کی جانب دیکھ رہی تھی۔ کانپتے ہاتھ، سفید پڑتے چہرے اور ننگے پاؤں کے ساتھ وہ اُسکو بے حد قابلِ ترس لگی۔ یقیناً یوں کسی کو ہوش کھوتے اپنے سامنے دیکھنا کا اُسکا پہلا تجربہ تھا۔

"نہیں! آپ گھر میں رہیں۔" ہُود کی جانب سے جواب دیئے جانے پر اُس نے چہرہ پھیر کر ہُود کو دیکھا جو اُسکی خاموش نظروں پر تیزی سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ آیت وہیں ساکن سی گاڑی کے نکلتے ہی سیف کو دروازہ بند کرتے دیکھتی رہی اور پھر واپس پلٹ کر اندر آ گئی۔ اُسکے چہرے سے فلحال کچھ بھی اخذ کرنا بے کار تھا تبھی اُسکا سیل فون بجا۔ چونک کر اُس نے زمین پر پڑے سیل فون کو دیکھا۔ سیل وہیں تھا جہاں کچھ دیر پہلے اُس نے سلطان کو گرتے دیکھا تھا۔ وہ اُونچا لمبا، بھرپور مرد کیسے پورے قد سے زمین بوس ہوا تھا۔ منظر آنکھوں کے سامنے سے جانے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ سیل فون بج بج کر تھک گیا اور وہ وہیں کھڑی اُس جگہ کو بغیر تھکے، بغیر کسی تاثر کے دیکھتی رہی۔

ہاسپٹل میں وہ تینوں پریشانی سے باہر بیٹھے کب سے ڈاکٹر کے نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ہُود نے بے چینی سے کلائی پر گھڑی کو دیکھا جہاں رات کے آٹھ بج گئے تھے تبھی آئی۔ سی۔ یو کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر آیا اور وہ تینوں تیزی سے ایک ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"صورتِ حال بہت خراب ہے۔" ڈاکٹر وارثی نے اُن تینوں کو ایک ساتھ پریشانی سے کہا۔
 "علاج کے لیے ضروری ہے کہ مجھے معلوم ہو کہ کس چیز نے ٹریگر کیا ہے۔ کیا تم تینوں کو معلوم ہے؟" ڈاکٹر کے کہے جانے پر اُن تینوں نے چونک کر پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔
 "نہیں! ہم تو بعد میں آئے۔" دلاور نے پریشان انداز پر ڈاکٹر نے نا سمجھی سے اُن کو دیکھا۔
 "کیا مطلب؟ میں نے تم سے کہا تھا کہ اکیلا نہیں چھوڑنا سلطان کو۔" ڈاکٹر کے پریشانی سے کہے جانے پر ہُود نے گہرا سانس لیا۔

"ہمیں بتائیں۔ اب کیسا ہے وہ؟" دلاور نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہوش میں نہیں ہے اور اُسے ہوش میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ مجھے ٹریگر کا معلوم ہو۔" تطہیر کہاں ہے؟" کہتے کہتے اُنکو اچانک سے یاد آیا۔ وہ سلطان خان کے ڈاکٹر تھے جو اُسکی زندگی کے ہر تاریک پہلو سے بہت اچھی طرح، گہرائی سے واقف تھے تبھی آیت کا بھی اُنکو معلوم تھا۔ ڈاکٹر ظفر وارثی مشہور، ماہر نفسیات اور پی۔ ایچ۔ ڈی ڈاکٹر تھے اور کئی سالوں سے سلطان اُنکے زیرِ علاج تھا۔
 "وہ گھر پر ہیں۔" سیف نے آہستگی سے کہا جبکہ ڈاکٹر ظفر وارثی اُن تینوں کے انداز سے سمجھ گئے کہ آیت ہی صرف اُسکی طبیعت خرابی کے وقت اُسکے پاس تھی۔

"میں تطہیر سے ملنا چاہتا ہوں۔ ابھی، فوراً۔" ہدایت دے کر وہ تیزی سے پلٹ کر اپنے آفس کی جانب بڑھ گئے جبکہ سیف اور دلاور نے اُسکو دیکھا جو کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا، اُنکی نظروں پر چونک گیا۔

"پلیز! تم جا کر لے آؤ۔" سیف نے مسکین شکل بنا کر کہتے ہوئے کہا۔ ہُود نے سمجھ کر گہرا سانس لیا اور پھر دلاور سے گاڑی کی چابیاں پکڑ کر تیزی سے راہداری کی جانب پلٹ کر ہاسپٹل سے باہر نکلا۔

پارکنگ لاٹ سے گاڑی نکال کر اُس نے گاڑی جنگل کو جاتے اُس گھر کو موڑ دی جسکا مکین اور مالک ہسپتال میں ہوش و خرد سے بیگانہ تھا۔

گھر واپسی کے راستے وہ خاموش ہی رہی تھی۔ سعد نے اُس سے دو بار بات کرنے کی کوشش کی مگر اُس نے جواب تک نہیں دیا۔ اُسکو گاڑی سے اتر کر دروازے تک چند لمحے جاتے دیکھتا رہا کہ شاید وہ پلٹ کر اُسکو دیکھے مگر آیت نے پلٹنے بغیر گھر کر دروازہ پار کر لیا۔ سعد نے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔ ٹھیک دو گھنٹے بعد اُسکا نکاح تھا۔ اس سے پہلے کہ گاڑی سے اترتا، بجتے سیل فون پر چونک کر اُس نے ڈیش بورڈ کو دیکھا اور پھر آگے ہو کر اُٹھاتے ہوئے چونک گیا۔

"سفیر ماموں کالنگ" لکھا دیکھ کر اُس نے کان سے سیل فون لگایا اور دوسری جانب سے نہ جانے اُسکو کیا کہا گیا تھا کہ پریشانی سے گاڑی سٹارٹ کر کے اُس نے سیل فون سیٹ پر پھینکا اور گھر میں اطلاع دیئے بغیر اُسکی گاڑی دھول چھوڑی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ مہمانوں سے مل کر کسی سے بات کیئے بغیر وہ سیدھا کمرے میں آئی اور پھر بستر پر بیٹھ کر سارا سامان جو اُسے معارج سکندر نے واپس لا کر دیا تھا، اپنے برابر رکھ دیا۔ سفیر شہزاد کے لوگ اُسکے پیچھے کیوں تھے؟ وہ اُسکا پیچھا چھوڑ دینے پر راضی کیوں

نہیں ہو رہا تھا؟ یہ بات سب سے زیادہ خوفزدہ کر دینے والی تھی کہ وہ کمینہ اور گھٹیا شخص جانتا تھا کہ آیت کی شادی، اُسکے اپنے بھانجے سے ہو رہی ہے مگر اُس شخص کی ڈھٹائی اور بے شرمی نے اُسے اندر باہر تک جھنجھوڑ کر عجیب سے خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔ اسی سوچ میں مگن سیل فون بجنے پر بغیر سکرین دیکھے اُس نے سیل کان سے لگا لیا۔

"کبھی نہ ہونے والی شادی مبارک!" دوسری جانب سے آتی مکروہ آواز پر اُس نے کرنٹ کھا کر سیل فون کان سے ہٹا کر سکرین کو دیکھا۔

"اہاں! کال مت کاٹنا ورنہ سعد کی گردن کٹ جائے گی۔" دوسری جانب سے سرد لہجے میں جو تنبیہ تھی اُس پر آیت کا دل برف ہونے لگا۔

"تم۔۔ تمہیں شرم آنی چاہیے اپنی بہن کے بیٹے کے بارے میں ایسی بکواس کرتے ہوئے۔" لرزتے لہجے پر بامشکل قابو پا کر اُس نے غرا کر کہتے ہوئے دوسری جانب بے حس و حرکت پڑے سعد کے پاس کھڑے سفیر شہزاد کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر دیا۔

"تو اس کم بخت کی ماں کونسا میری سگی بہن ہے اور سگی ہوتی بھی تو جو فائدے تم سے مجھے حاصل ہونے والے ہیں اُسکے آگے ہر رشتہ بے کار ہے۔" اُسکی اگلی بات پر آیت کی گرفت سیل فون پر مضبوط ہوئی۔ اُسکو معلوم تھا کہ سفیر شہزاد کس کماش کا انسان ہے۔ کوثر چچی کی زبانی وہ اُسکے کالے دھندے اور کارنامے سُن چکی تھی۔

"اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم مجھے ڈرا دھمکا لو گے تو یہ تمہاری بہت بڑی بھول ہے۔" ایک ایک لفظ چبا کر جس نفرت سے باور کروایا گیا اُس پر سفیر شہزاد نے دانت پیس لیے۔ ہر طرح کے حربے استعمال کرنے کے باوجود یہ لڑکی نہیں قابو آرہی تھی۔

"لگتا ہے تمہیں شادی کا تحفہ دینا پڑے گا۔" اُس سرد آواز میں کچھ ایسا تھا کہ آیت کی گردن کی پشت کے بال کھڑے ہو گئے۔ ایک جھٹکے سے کال منقطع کر کے اُس نے سیل فون ایسے پھینکا جیسے کوئی عفریت ہو۔ چند لمحے یونہی خوف سے ٹھہر ٹھہر کر سانس لیتے ہوئے اُسکا پورا وجود سرد پڑتا رہا۔ وہ کیا کرے، کہاں جائے؟ کیسے اس خوف اور اس عفریت سے جھٹکارا پائے؟

"آپ کو جب کبھی، کسی وقت بھی میری مدد کی ضرورت ہوئی میں ایک پکار کی دُوری پر میسر ہوں گا۔" سماعتوں میں وہ مہربان، اعصاب کو حزن میں مبتلا کرتا لہجہ گونجا تو اُس نے تیزی سے سر جھٹکا۔ وہ سفیر شہزاد جیسے ظالم، کمینے اور گھٹیا شخص کے مقابل اُس شخص کو نہیں لا سکتی تھی جسکے بارے میں اُسکا دل بے حد مثبت اور نرم تھا۔ نماز کا وقت ہونے پر بامشکل اپنے بے جان ہوتے وجود کو گھسیٹ کر کھڑے ہوتے ہوئے اُس نے پلٹ کر شاپر سے جھانکتے کپڑوں کو دیکھا جنہیں پہن کر اُسے تیار ہونا تھا۔ یونہی گہری سوچ میں کھڑی تھی کی دروازہ ایک دھاڑ سے کھولے جانے پر لرز کر رہ گئی۔ کانپتے دل سے اُس نے چہرہ پھیر کر کمرے کے کھلے دروازے کو دیکھا جہاں سے گھبرائی، بوکھلائی سی تسنیم اور رقیہ اندر آرہی تھیں۔

"آیت۔۔۔!" اُسکے پہلے سے سہا ہوا دل کسی انہونی کے احساس سے سُکڑ کر پھیلا۔ دل میں اُٹھتی تکلیف کے ساتھ اُس نے اُن دونوں کے پھیکے پڑتے چہروں کو دیکھا۔

"سعد کا قتل ہو گیا۔" تسنیم کے سرسراتے لہجے میں ابھی ابھی بے یقینی تھی۔ سنہری آنکھیں اُس خبر، اُس انکشاف پر ششدر ہو کر پھیلیں۔ دل اُس سماعت پر برستی اطلاع پر دھڑکنا بھول کر خوف سے، ٹھنڈے پڑتے وجود کے ساتھ ٹھہر گیا۔

"کال مت کاٹنا ورنہ سعد کی گردن کٹ جائے گی۔" سماعتوں میں کوئی منحوس، کراہیت دیتا لہجہ پردے پھاڑ کر گونجتے ہوئے دھماکے کرنے لگا۔ چکراتے سر کے ساتھ وہ وہیں پیچھے کو ہو کر لڑکھڑا کر زمین بوس ہو گئی۔ سعد کے ناگہانی، خطرناک قتل سے زیادہ خوفناک اُس شخص کا ظلم اور بربریت تھی۔ اگر اُس شخص کو اُسکے دل میں قدم جما کر، بس چکے شخص کی موجودگی کا علم ہو گیا تب۔۔۔۔۔ اس سے آگے وہ سوچ نہیں سکی تھی۔ اس سے آگے اُسکا مفلوج ہو کر سُن پڑتا ذہن تصور نہیں سکا تھا اور وہ اُس سوہان روح تصور سے قبل ہی کٹے شہتیر کی طرح زمین بوس ہو گئی اور یوں سعد نامی شخص کا مختصر باب، آیتِ تطہیر کی زندگی کی کتاب میں ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ شیکسپیر نے زندگی کے بارے میں اور کچھ سہی کہا ہو یا نہ کہا ہو ایک بات وہ خوب کہہ گیا ہے کہ "زندگی ایک سیٹج کی طرح ہے جہاں ہر کوئی اپنا کردار نبھاتا ہے، نبھا کر چلا جاتا ہے" اور اگلا کردار اُسکی جگہ سنبھال لیتا ہے یوں یہ سلسلہ زمانہ دار تک چلتا رہے گا، قیامت کے زلزلے کے نزول تک۔

✓ یہ محبت کی کہانی نہیں مَرّتی لیکن

لوگ کردار نبھاتے ہوئے مَرّ جاتے ہیں۔۔۔

(عباس تابش)

گاڑی کی خاموش ماحول کو آیت کے بجتے سیل فون نے توڑا۔ اُس نے چہرہ جھکا کر گود میں پڑے سیل فون کو دیکھا اور پھر چونک گئی۔ صدف کی کال آرہی تھی اور وہ اُس ساری پریشانی میں اُسکے آنے کا سرے سے بھول ہی گئی تھی۔

"یا اللہ!" اُسکی آواز پر گاڑی چلاتے ہُود نے بیک ویو مرر سے پیچھے دیکھا۔

"سب ٹھیک ہے؟" اُسکی پریشانی پر ہُود کو سوال کرنا پڑا۔ آیت نے چہرہ اٹھا کر اُسکو دیکھا۔

"وہ میری دوست آئی ہے اسلام آباد سے یہاں مجھ سے ملنے اور مجھے اُسکو لینا یاد نہیں رہا۔" اُس کے پریشان انداز پر ہُود نے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا اور پھر آیت کے بتائے جانے پر بس سٹینڈ کی جانب گاڑی کا رخ کر دیا۔ آیت یو نہی اضطرابی انداز میں شیشے سے بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ اُسکا ذہن صدف کے بجائے کہیں اور لگا تھا۔ آیت کو اُس شخص کی فکر ہو رہی تھی جس نے صرف تحفظ اور محفوظ چھت دینے کے لیے اُسے اپنے نکاح میں لیا تھا۔ گاڑی کے رکنے پر ہُود نے بیک ویو مرر سے اُسکو دیکھا جسکو دُنیا کی کوئی خبر نہیں تھی۔

"بس سٹینڈ آگیا ہے۔" کچھ نہ سمجھتے ہُود نے کہہ کر اُسکو چونکا دیا۔ ہُود دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ کچھ دیر لگی آیت کو اپنے حواس یکجا کرنے میں۔ دروازہ کھول کر وہ جیسے ہی باہر نکلی، یک دم اُسکے قدم بے جان ہوئے اِس سے قبل وہ گرتی ہُود کے بوکھلا کر اپنی جانب بڑھنے سے قبل اُس نے گاڑی کا گھلا دروازہ تھام لیا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" ہُود نے پریشانی سے اُسکو دیکھا جو نہ جانے کیوں سپید اور زرد ہوئی جا رہی تھی۔ اُسکی سمجھ سے تو باہر تھا کم از کم۔

"آپ گاڑی میں بیٹھیں۔ میں آپ کی دوست کو لے آتا ہوں۔" ہُود کے کہے جانے پر وہ تشکرانہ اُسے دیکھ کر اپنا دُھکتا سر سنبھال کر آہستگی سے دوبارہ بیٹھ گئی۔

"دھیان سے! وہ تھوڑی تیز زبان کی ہے۔" بیٹھ کر بامُشکل اُسکو حفظ ماتقدم کے طور پر باور کروایا گیا۔ جبکہ ہُود ایک کان سے سُن کر دوسرے سے نکالتے ہوئے دروازہ بند کر کے بس ٹرمنل کے پاس سے گزر کر ویٹنگ ایریا میں آیا اور خود کو کوس کر رہ گیا۔ یہ تک پوچھا نہیں کہ وہ کیسی ہے، کیسے ڈھونڈے گا اتنے سارے لوگوں میں؟

کچھ سوچ کر اُس نے بیچ پر بیٹھے بچے کی سکیچ بک سے صفحہ لے کر سیاہ مارکر سے "صدف مُحب" لکھ کر ایک نظر دیکھا اور پھر بچے کو مارکر شکریہ کے ساتھ واپس کر کے تیز قدموں سے بس ٹرمنل کے پاس آیا جہاں سے بس کے مسافروں نے اُترنا تھا۔ اُس کاغذ کو ہوا میں لہرا کر رکھنے کے لیے بھی تو اتنی ہمت چاہیے تھی۔ خود کو اچھی طرح کوس کر اُس نے ندامت سے آنکھیں میچ کر وہ کاغذ اپنے چہرے کے عین سامنے کر کے ہوا میں لہرا لیا۔ ارد گرد لوگ بغیر توجہ دیئے گزرتے گئے کیونکہ ظاہر ہے اتنے رش میں ایرپورٹ ہو یا کوئی بھی ٹرانسپورٹ سٹیشن ایک یہی طریقہ کار آمد ہے مسافر کو ڈھونڈنے کا۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کسی کے قدم اُسکے عین سامنے آئے اور پھر تیزی سے اُسکا پیچ پکڑ کر نیچے کیا گیا۔ بوکھلاتے ہُود نے تیزی سے آنکھیں کھولیں جبکہ وہ جو اُسکی بند آنکھوں کو دیکھ کر ٹھٹکی تھی، اُن ہونق تاثرات پر مسکراہٹ کو چہرے پر آنے سے نہ روک سکی۔

"نیم ٹیگ نیچے کر کے پکڑتے ہیں تاکہ مسافر کو معلوم ہو کہ اُسے لینے کون آیا ہے۔" سامنے کھڑی بھلے سے نقوش والی لڑکی نے مسکراہٹ دبا کر مشورہ دیتے ہوئے ہُود جیسے اپنے کام سے کام رکھنے والے شخص کو دانت پیسنے پر مجبور کر دیا۔ ایک نظر اُس دوپٹے کے ہالے میں دھمکتے مسکراتے، شریر سے چہرے کو دیکھ کر اُس نے بے چینی سے وال کلاک کو دیکھا۔ اُسے ہسپتال بھی جانا تھا اور یہاں معزز مہمان صاحبہ کی آمد کے کوئی چانسز نظر نہیں آرہے تھے۔

"ہٹیں سامنے سے۔" سنجیدگی سے کہہ کر ایک ہاتھ سے پرے ہونے کا اشارہ بھی کر کے وہ سائیڈ پر ہوا۔

"دیکھیں میں نے اس لیے کہا کیونکہ۔۔۔" اُسکے برابر کھڑے ہوتے کچھ کہنا چاہا مگر ہُود نے چہرہ پھیر کر جن سخت نظروں سے اُسے دیکھا، اُس کے الفاظ بچ میں ہی رہ گئے۔

"آپ میرا۔۔۔" اُس نے پھر سے کہنا چاہا مگر بے سود۔

"انتظار کرنا ہے تو خاموشی سے کریں۔" دوسرے لفظوں میں وہ اُسے اپنا منہ شرافت سے بند کرنے کا کہہ رہا تھا۔ لب بپنچ کر صدف کندھے آچکا کر اُسکے برابر میں اطمینان سے کھڑے ہوئے کر ہر آنے جانے والے مسافر کو تفصیلی دیکھنے لگی اور ہُود ابراہیم چہرے کے آگے کاغذ پھر سے لہرائے کھڑا کھڑا شل ہونے لگا تھا۔ ایک گھنٹے سے اوپر ہونے کو تھے مگر وہ لڑکی نہیں آئی جسکے انتظار میں اُسکے پاؤں سُن ہو رہے تھے۔ برابر کھڑی بے پرواہی اور اطمینان س کھڑی لڑکی نے چہرہ پھیر کر اُس شخص کی سختی سے بند آنکھیں، جھنجھلایا ہوا، خفت کھایا ہوا چہرہ دیکھا اور مسکراہٹ دبائی۔ سفر کی ساری کثافت دُم دبا کر بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔

"دیکھیں ہم یہاں انتظار کے بجائے۔۔۔" اُسکی قابلِ رحم حالت پر ترس کھاتے ہوئے اُس نے پھر سے کہنا چاہا اور اُسود نے جس طرح آنکھیں کھول کر تمللاتے ہوئے اُس وارد ہوتی مصیبت کو دیکھا، صدف کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ یا اللہ! آیت نے کس عجبے کو بھیج دیا اُسکو لینے کے لیے۔ یہ کہاں سے راستہ بھول کر یہاں آ گیا تھا؟

اُسود ابراہیم اپنا چہرہ واپس نہیں پھیر سکا۔ جھنجھٹاتے ہوئے، کوفت زدہ تاثرات اُسکی پیشانی کے بلوں کی طرح تیزی سے معدوم ہونے لگی۔ وہ اُس انجان لڑکی کے بے تکلفی انداز اور بے فکری پر حیران رہ گیا تھا۔

"میرے خیال سے آپ جس کا۔۔۔" ہنسی پر قابو پا کر اُس نے ہمدردی سے کہنا چاہا مگر یہ اُس تیز زبان کی لڑکی کے ساتھ پہلی بار ہو رہا تھا کہ کوئی اُسے بولنے نہ دے، اُسکے جملے منقطع کر دے۔ اُسکی فراٹے سے چلتی زبان کو روکنے کی ہمت اور کوشش آج تک کسی نے نہیں کی تھی مگر اُسکے برابر کھڑے شخص نے سُرخ پڑتے چہرے کے ساتھ تپتے ہوئے وہ کاغذ مٹھی میں مروڑا اور اس سے پہلے کہ پھینکتا، وہ تیزی سے اُسکے سامنے آئی۔

"ہائے اللہ! صدف نام کا مطلب معلوم ہے جو اتنی بے دردی۔۔۔" تیزی سے اس بار اپنی بات مکمل کرنے کا عزم لے کر کہنا چاہا مگر وائے رے قسمت۔۔۔ سامنے کھڑا اُسود ابراہیم جیسا خاموش طبیعت اور آدم بیزار شخص اُسکے عزم پر پھر سے پانی پھیر چکا تھا۔

"آپ میرے سر پر کیوں کھڑی ہیں؟" لہجہ جھنجھٹایا ہوا ہونے کے باوجود نرم اور تمیز دار تھا۔

"آپ پہلے قسم کھائیں کہ مجھے جملہ پورا کرنے دیں گے؟" مسافروں پر نظر رکھنے کا راستہ روک کر اُسکے سامنے کھڑی وہ لڑکی ایسے بات کر رہی تھی جیسے اُسے صدیوں سے جانتی ہو۔ ہُود ابراہیم کے چہرے پر ناگواری چھانے لگی جسے اُس لڑکی نے صاف محسوس کر لیا تھا مگر پرواہ کسے تھی۔

"آپ نہ دراصل، مجھے لینے آئے ہیں۔" چمکتی آنکھوں کے ساتھ ایسے جھک کر سرگوشی میں بتایا جیسے ناجانے ملک کے کونسے ایٹمی راز بانٹے جا رہے ہوں۔ ہُود ابراہیم کی آنکھوں کے قریب موجود گھنی بھنویں تعجب سے اکھٹی ہوئیں۔ اُسکے انداز دیکھ کر تاسف میں سر ہلا کر اُس لڑکی نے مروڑا ہوا کاغذ سہی کر کے اُسکی حیران، ناسمجھ آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"یہ نام میرا ہے۔ صدف مجیب اور یقیناً آپ کو آیت نے بھیجا ہو گا۔" بالا آخر اُسکو اپنی بات مکمل کرنے کا موقع مل گیا اور اُس مکمل بائے پر ہُود ابراہیم اندر تک ہل کر رہ گیا، آنکھوں کے آگے تارے ناچ گئے یعنی وہ جو اتنی دیر سے انتظار میں خوار، اُس لڑکی کو جھیل رہا تھا دراصل یہ وہی لڑکی۔۔۔۔

ایک ناگوار نظر اُس پر ڈال کر بغیر کچھ بولے وہ تیزی سے پلٹ کر ویننگ آئیریا سے نکل کر پارکنگ کی جانب بڑھا جہاں اُس نے گاڑی کھڑی کی ہوئی تھی۔ بوکھلا کر صدف سوٹ کیس گھسیٹ کر پیچھے بھاگی۔ وہ اس قدر تیز چل رہا تھا کہ حد نہیں۔ دانت کچکا کر اُسکے قدموں سے قدم ملانے کی کوشش میں اُسکا سانس بے ترتیب ہو رہا تھا۔ منہ کے زاویے بگاڑ کر اُس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھ کر ہوا میں لہرا کر ایسے مکہ بنا کر اُسکی جانب کیا جیسے بس نہیں چل رہا تھا ورنہ اُس اجنبی بے مروت اور بد تمیز شخص کو لگا دیتی مگر۔۔۔۔ اُسکی قیمت خراب تھی تبھی وہ کم بخت ٹھہر کر کچھ کہنے کو سنجیدگی سے پلٹا۔ سیاہ

آنکھیں تیر سے اپنے قد سے چھوٹی لڑکی کے بگاڑ رکھے چہرے سے ہو کر لہراتے مکے تک اٹھیں۔
جھینپ کر صدف نے تیزی سے مکہ نیچے کیا۔

"اپنی دوست کے سامنے تمیز کا مظاہرہ کیجئے گا۔ وہ پہلے ہی پریشان ہیں۔" مزید سنجیدگی اور ناگواری
چہرے پر لا کر اُس خفت سے گلابی پڑتے چہرے کو ٹھہر کر دیکھتے ہوئے اطلاع دی گئی اور اُس اطلاع
پر صدف مجیب کی ساری خفت، جھنجھلاہٹ ایک پل میں اڑن چھو ہوئی۔

"کیا ہوا ہے آیت کو؟ سب خیریت ہے نہ؟؟" تیزی سے آگے بڑھ کر اپنے چہرے کے تاثرات متفکر
اور مضطرب کرتی لڑکی نے لمحے بھر کے لیے اُس بے نیاز، کم گو سے شخص کو چونکا دیا مگر محض لمحے
بھر کے لیے۔ اپنی بات کہہ کر، اُس پریشان ہو چکی لڑکی کے سوالات کا جواب دیئے بغیر وہ اُسی
بے نیازی سے پلٹ کر آگے بڑھتے ہوئے اُسکو تملانے پر مجبور کر گیا۔ اُسکی ایک گھنٹے کی خواری کا
حساب برابر ہو گیا تھا۔ اُسے اپنے کھاتا صاف رکھنے کی بیماری اپنے دوست معارج سکندر سے ورثے میں
میلی تھی۔

"مجھے آپکے سوال کی سمجھ نہیں آرہی؟"

اپنی جانب سوالیہ دیکھتے ڈاکٹر ظفر سے اُس نے نا سمجھی سے سوال کیا تو وہ سمجھ کر سر ہلاتے ہوئے آگے
کو ہوئے۔

"آپکے ہسبنڈ میرے پیشنٹ ہیں کئی سال سے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ دو سال سے ایک ہی ڈگر پر چلتا میرا پیشنٹ کیسے ریلیپس کر گیا؟" اُنکے کہے جانے پر آیت کی نظریں ٹیبل پر رکھے نیم بار تک گئی جہاں جلی حروف میں "ماہر نفسیات" لکھا تھا۔ اُسکی پریشانی مزید گہری ہونے لگی۔

"میں یہ بات آپکو کیسے بتا سکتی ہوں؟ مجھے خود سمجھ نہیں آئی کہ وہ اچانک کیوں، کیسے۔۔۔۔۔" اُس پر ابھی تک بے یقینی طاری تھی۔ اُسکے مضطرب، پریشان اور اُلجھے سے تاثرات ڈاکٹر ظفر وارثی نے بے حد غور اور توجہ سے دیکھے اور وہ۔۔۔ ٹھٹھک گئے۔ کچھ تھا جو سلطان کی بیوی کے چہرے پر نہیں ہونا چاہیے تھا۔

"آخری بار وہ آپکے ساتھ تھا تو مجھے بتا سکتی ہیں کہ کیا بات ہوئی؟" اُنکے اگلے کھوجتے سوال پر اُس نے اپنا ماؤف ہوتا ذہن کھنگالنا چاہا مگر کوئی قابلِ قدر بات سامنے نہیں آ سکی کہ وہ ڈاکٹر کو بتاتی۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں اُنھیں گھر پر رہنے کا کہہ رہی تھی کہ وہ میری وجہ سے اپنے گھر آنا ترک نہ کریں۔" اُسکی بات پر اُنہوں نے ٹھٹھک کر اُسکو دیکھا اور مزید آگے ہوئے۔

"کیا مطلب؟" اُنکو جان کر بھی انجان بننا پڑا۔ چونک جاتی آیت نے چہرہ اٹھا کر اُنکو دیکھا اور پھر ٹھٹھک گئی۔ اُنکے چہرے کے سوال مانگتے لہجے پر اُسکو سنبھلنا پڑا۔

"میں نہیں جانتی کہ اُنکو کیا ہوا ہے۔ آپ پلیز بتائیں کہ اتنے گھنٹے گزر جانے کے باوجود وہ ہوش میں کیوں نہیں آ رہے؟" بے چینی سے آگے ہو کر اُس نے اُنکا سوال صاف نظر انداز کر دیا۔ وہ چند پل

اُس کے چہرے کو کھوجتی نظروں سے دیکھتے رہے۔ یہ اُنکا دوسرا ایسا تجربہ تھا کہ وہ کسی کو اتنے قریب اور غور سے دیکھنے کے باوجود، گفتگو کرنے کے باوجود اندازہ نہیں لگا پا رہے تھے۔

"اُسے کچھ دن ہسپتال رہنا پڑے گا۔" گہرا سانس لے کر اُس نے آہستگی سے کہتے ہوئے آیت کو بے چین کر دیا۔

"کیا اُنکو کوئی نفسیات کا مسئلہ ہے؟ کیا معاملہ زیادہ سنجیدہ ہے؟" اُسکے سوالات میں جو خدشات تھے انہوں نے ڈاکٹر ظفر وارثی کو چوکنا کر دیا۔

"یہ تو اُسکے ہوش میں آنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔" اُنکے پہلو تہی کرتے انداز پر آیت یونہی اضطراب سے اُنکے کچھ سوچتے چہرے کو دیکھ کر آہستگی سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور پھر مرے مرے قدموں سے اُنکے آفس کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی پیچھے ڈاکٹر ظفر وارثی 'سلطان خان' کی ہسٹری فائل نکال کر از سر نو پڑھ رہے تھے۔ اُسکے باہر نکلتے ہی صدف تیزی سے اُس تک آئی اور اُسکے دونوں ہاتھ تھام کر چونکنے پر مجبور کر دیا۔ آیت نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو پریشانی اور نا سمجھی سے اُسے دیکھ رہی تھی اور آیت کم از کم اُسکو اس اُلجھی کیفیت سے آزاد کر دینا چاہتی تھی۔ نا سمجھی، لاعلمی اور اُلجھن سے زیادہ بُری کیفیات کوئی نہیں ہو سکتیں۔

"میرے شوہر بیمار ہیں، صدف۔" اُس نے جب کہا تو لہجہ بے حد مدہم اور سوگوار تھا۔ صدف نے کرنٹ کھا کر ششدر ہو کے اُسکو دیکھا جسکے چہرے کا حزن، مزاق کے منافی تھی۔ وہ تاثرات ہنسی مزاق میں نہیں طاری کیئے جاسکتے۔ وہ دل کے تاثرات تھے جن میں کوئی کھوٹ نہیں تھا۔

"تم۔۔۔ تم نے شادی۔۔۔" اُسکی بے یقینی اور صدمے کی کوئی حد نہیں تھی۔ بے یقینی سے کچھ کہا تک نہیں جا رہا تھا۔

"ابھی کوئی سوال مت کرنا صدف۔ اس وقت میں کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔ میرا ذہن بالکل ماؤف ہو چکا ہے۔" جلتی آنکھیں موند کر کہتے ہوئے اُس نے آگے بڑھ کر صدف کے شانے پر چہرہ رکھا جبکہ سب جھٹک کر صدف اُسکے گرد بازو پھیلا کر اُسے آہستگی سے تھپکنے لگی۔ راہداری سے نکل کر آتا ہُود ابراہیم ٹھٹک کر وہیں ٹھیرا اور پھر واپس پلٹ گیا۔ ابھی آنے کا مناسب وقت نہیں تھا۔ دروازے کے پاس، صدف کے شانے پر سر رکھے چہرے کی بند آنکھوں سے کئی آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر صدف کے شانے میں جذب ہونے لگے۔ وہ تھکن، وہ رایگانی، وہ لاعلمی اُسکو اندر ہی اندر کچوکے لگا رہی تھی۔

✓ کئی رنج ہیں، رایگانی بھی مگر اُسکے باوجود

حد ہے اعلیٰ ظرفی کی، ہم زندگی سے راضی ہیں۔۔۔

سر میں اُٹھتی تکلیف اس قدر زیادہ تھی کہ پسینے سے شرابور ہوتے وجود کے ساتھ، سر ادھر ادھر پٹختے کے بعد اُسکا وجود ساکت ہوا اور ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد اُس نے آنکھیں کھول کر غیر شناسا جگہ کا احساس ہونے پر اُٹھنا چاہا مگر ہاتھ میں لگی ڈرپس اور مختلف تاروں پر نا سمجھی سے واپس تکیے پر سر گرا کر گہرا سانس لیا۔ پورا وجود پھوڑے کی مانند دُکھ رہا تھا۔ گہرا سانس لے کر وہ جیسے ہی اُٹھا عین اُسی

وقت ڈاکٹر وارثی اور ہُود ابراہیم اندر داخل ہوئے۔ اُسکو باُمُشکل اُٹھنے کی کوشش میں ہلکان دیکھ کر ٹھہر کر حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"سُل۔۔۔" اُسکو کھڑے ہوتے دیکھ کر اِس سے پہلے وہ آگے بڑھتا، کچھ محسوس کر کے ڈاکٹر وارثی نے اُسکا بازو پکڑ کر، اُسکی مدہم پُکار کا گلہ گھونٹ دیا۔ چونکتے ہُود نے چہرہ پھیر کر اُنھیں دیکھا اور عین اُسی لمحے کسی چیز کے گرنے کی زور دار آواز کے ساتھ ہُود ابراہیم کی دُنیا ساکن ہو گئی۔ ڈاکٹر وارثی، ہُود کا ہاتھ چھوڑ کر تیزی سے اُس تک آئے جو آگے رکھے سٹر سے ٹکرا کر نیچے کو گر پڑا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" نیچے جھک کر بیٹھتے ہوئے اُنہوں نے ساتھ گرے ڈرپ سٹینڈ کو کھڑا کر کے اُسکو سہارا دے کر اُٹھاتے ہوئے دوبارہ بیڈ تک لے کر آئے۔ ہُود نے آہستگی سے چہرہ پھیر کر وہاں دیکھا۔

"میں۔۔۔ یہاں کیا کر رہا ہوں؟" اُنکو نا سمجھی سے دیکھتے ہوئے سوال آیا۔ اُس آواز پر ہُود تیزی سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر وارثی کے برابر آکھڑا ہوا۔ بغیر جواب دیئے ڈاکٹر وارثی نے ڈاکٹر ز گاؤن کی اوپری جیب میں رکھی سیاہ چھوٹی سی لائیٹ نکال کر اُسکی آنکھوں میں ماری۔ سبز آنکھیں یوں اچانک سے تیز روشنی ماری جانے پر جھپک کر تیزی سے بند نہیں ہوئیں ہاں اُس نے چہرہ ضرور بروقت پیچھے کیا۔ اُنہوں نے سیدھا ہو کر ٹارچ بند کر کے چہرہ پھیر کر ششدر کھڑے ہُود کو نہیں دیکھا۔

"معارض! کیسا محسوس کر رہے ہو؟" اُسکا کندھا تھپتھپا کر اُنہوں نے نرمی سے سوال کیا۔

"میں۔۔۔ ٹھیک ہوں مگر یہاں کیا کر رہا ہوں اور میں۔۔۔ وقت سے پہلے۔۔۔ کیسے جاگ گیا؟" اُسکے حیران، پریشان سوال جائز تھے۔ ہُود کے چہرے کے تاثرات اب ناقابلِ فہم ہونے لگے۔

"سُلطان چلا گیا ہے، ہے نہ؟" اُنکے سوال میں کچھ ایسا تھا کہ معارج نے ٹھٹک کر چہرہ اٹھایا۔ اُنکے سوال میں کوئی بے یقینی کی کیفیت تھی۔ یوں جیسے اُنھیں اعتبار نہ آ رہا ہو۔ اُنکو جواب دیئے بغیر اُس نے چہرہ جھکا کر آنکھوں کی جانب ہاتھ لے جا کر باری باری سبز لینز اُتار کر چہرہ اٹھا کے اُنکو دیکھا۔ وہ سبز، شریر، غیر سنجیدہ آنکھیں کہیں بھی نہیں تھیں۔ سیاہ آنکھوں کی پتلیاں میں کہیں کہیں سفیدی گھلی ہوئی تھی۔ وہ بالکل صاف اور واضح نہیں دیکھ سکتا تھا کم از کم جاگنے کے بعد تو بالکل نہیں۔

"معارج!" باہر سے آتی آوازوں اور قدموں کی آہٹ پر ہُود چونک کر آگے آیا۔

"جلدی۔۔۔۔۔" اُسکا جملہ مکمل ہونے سے پہلے دروازہ کھلا اور سیف اندر داخل ہوا اور اُسکے پیچھے آیتِ تطہیر داخل ہوئی۔ اُس خاص قسم کی خوشبو کو کمرے میں دَر آتے محسوس کر کے اُس نے تیزی سے سبز لینز آنکھوں میں لگا کر چہرہ سیدھا کیا جبکہ اُسکی تیزی پر ہُود ابراہیم اُسے دیکھ کر رہ گیا۔ آیت تیز قدموں سے سیف کو سائیڈ پر کر کے آگے آئی۔

"تم ٹھیک ہو؟" اُسکے سامنے اچانک سے آتی آیت نے اُسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر چہرہ جھکا کر اُن عین سبز آنکھوں میں دیکھتے ہوئے معارج سکندر کی مکمل ہستی کو ساکن کر دیا۔ سبز آنکھیں اُس چہرے کے یوں اچانک سے قریب آنے پر اپنے حُجْم سے پھیلیں۔ گہری دُھندلاہٹ سے اچانک وہ چہرہ ایک دَم جس طرح واضح ہوا، معارج سکندر سانس نہیں لے سکا۔ آیت کے پُکارنے پر، مخاطب پر چونکتے ڈاکٹر وارثی، ٹھٹھک کر معارج سکندر کے چہرے کے تاثرات کو دیکھنے لگے۔ کیا اُسے نظر آ رہا تھا تبھی وہ ایسے تھیر اور بے یقینی سے اُسکو دیکھ رہا تھا جیسے بینائی ملنے کے بعد نابینا شخص دُنیا کو دیکھتا ہے۔ سامنے کھڑی عورت اُس کے لیئے دُنیا ہی تو تھی۔

ڈاکٹر وارثی کی گہری کھوجتی نظروں سے بے نیاز اُسکا دل اُس دلکش چہرے کو یوں نزدیک سے دیکھنے پر دھڑکنا بھول کر اُس چہرے کا ایک ایک نقش حفظ کر رہا تھا اور وہ نظریں۔۔۔۔ اُن یکسر بدلتی نظروں پر آیت کو لگا اُسکا دل پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ وہ سلطان خان کی نظر نہیں تھی۔ ایسی گہری، اُلفت بھری مہربان نظروں سے سلطان نے اُسے آج تک نہیں دیکھا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے اب تمہاری؟" تیزی سے پیچھے ہو کر چہرے کے تاثرات بامُشکل بے تاثر رکھے اُس نے آہستگی سے سوال کرتے ہوئے معارج سکندر کو چونکا دیا۔

"میں۔۔۔ ٹھیک ہوں۔" نظریں پھیر کر اپنی جانب پریشانی سے دیکھتے ہُود کو دیکھ کر کہا۔ دوبارہ اُسکی نگاہ واپس اُس چہرے تک نہیں گئی جو زندگی کا حاصل تھا۔ مزید متفکر اور اُلجھتی آیت نے پلٹ کر ڈاکٹر وارثی کو دیکھا جو سلطان کو بے حد غور سے دیکھ رہے تھے۔

"یہ ٹھیک تو نہیں ہے۔" سنجیدہ چہرے کے ساتھ آیت نے کہہ کر ڈاکٹر وارثی کو خود کی جانب متوجہ کیا جبکہ معارج نے اُس متفکر، اُلجھے لہجے پر چہرہ جھکا لیا۔ وہ فکر اور اپنائیت اُسکے لیے نہیں تھی۔

"نہیں! یہ ٹھیک ہے بالکل۔" آیت کی سنجیدہ نظروں اور چہرے پر کچھ ایسا تھا جسے محسوس کر کے ڈاکٹر وارثی نے کہتے ہوئے ہُود کو چونکا دیا۔

"یہ سلطان نہیں ہے ڈاکٹر صاحب۔" اُسکی اگلی بات اس قدر غیر متوقع تھی کہ معارج سکندر نے ایک جھٹکے سے چہرہ اٹھایا جبکہ ہُود نے ششدر ہو کر پھیلتی آنکھوں سے معارج کو دیکھا۔ ڈاکٹر وارثی یونہی آیت کو دیکھے گئے۔

"اور اگر یہ سلطان ہے تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔" اپنی پشت پر نظریں محسوس کرنے کے باوجود وہ پلٹی نہیں۔ تیزی سے دھڑکتا دل کسی بھی لمحے پسلیاں توڑ کر باہر نکل سکتا تھا۔

"یہ نظریں سلطان کی نہیں ہے۔ سلطان نے ان چند ہفتوں میں ایک بار بھی مجھے اس نظر سے نہیں دیکھا۔" بامشکل اندر پھٹنے کو تیار لاوے کو دبائے اُسکا لہجہ بلند ہوا جبکہ معارج سکندر کی پلکیں لرز کر جھکیں اور دل دھڑکنا بھول گیا۔ اُس نے کیسے لمحے کے ہزاروں حصے میں اُسکی نظر کی بے اختیاری، بدلتی نظر کا تاثر پہچان لیا تھا۔۔۔ یہ بے حد حیرت انگیز تھا تبھی ڈاکٹر وارثی کی دلچسپی بڑھنے لگی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں سلطان ٹھیک نہیں ہے۔" ڈاکٹر وارثی کے تاثرات پر اُس نے پھر سے اپنی بات دہرائی جبکہ معارج سکندر کے پھیکے پڑتے چہرے کو دیکھ کر اُنہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ میں کچھ دن سلطان کو آبزر ویویشن میں رکھنا چاہوں گا۔" اُنکے جانے پر آیت نے بامشکل اثبات میں سر ہلایا اور پھر سلطان خان کو مزید ایک نگاہ بھی دیکھے بغیر تیزی سے دروازے کی جانب بڑھی۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی یہاں کھڑی نہیں ہو سکتی تھی۔ اُن بدلتی نظروں نے اُسکی اندر کی دنیا کو تہہ و بالا کر کے نیست و نابود کر دیا تھا۔ کانپتے، سرد پڑتے ہاتھوں سے دروازے کا ہینڈل دھکیل کر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے باہر نکلی اور تیزی سے پیچھے دروازہ بند کر کے گہرا سانس لیا۔ وہ کب سے سانس روکے ہوئے تھی یا سانس لینا بھول چکی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" اُسکے اڑے حواس اور سپید چہرے کو دیکھ کر بیچ سے اٹھ کے صدف تیزی سے اُس تک آئی۔ چونک کر آیت نے اُسکو دیکھ کر نفی میں سر ہلا کر اُس تک آئی اور بیچ پر بیٹھ گئی۔

صدف نے چہرہ جھکا کر اُسکے دونوں لرزتے ہاتھوں کو دیکھا جنہیں لرزش سے بچانے کو وہ آپ میں جھکڑ رہی تھی۔

"سلطان بھائی کیسے ہیں؟ مجھے کب ملوا رہی ہو؟" اُسکا دھیان بٹانے کو وہ تیزی سے اُسکے برابر آکر بیٹھی۔

"جب ڈسچارج ہو گا۔ چلو گھر چلیں۔ تم سفر کی تھکی ہوئی آئی ہو اور یہاں خوار کروا رہی ہو میں تمہیں۔" جلتی آنکھوں کو چھو کر اُس نے نرمی سے کہتے ہوئے صدف کو ٹھٹکا دیا۔ اُسکا لہجہ بے حد نارمل اور عام سا تھا مگر چہرے کے تاثرات، وہ سنجیدگی اور لرزاہٹ کسی صورت عام اور نارمل نہیں تھی۔ اُسکو اٹھتے دیکھ کر کچھ پوچھے بغیر صدف بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلتی ہوئیں جیسے ہی پارکنگ لاٹ میں آئیں، سیل فون میں کسی سے باتوں میں محو سیف تیزی سے کال کاٹ کر اُن تک آیا۔

"گھر جا رہی ہیں آپ؟ آئیں میں ڈراپ کر آؤں۔" سیف کے کہے جانے پر آیت جو اُسے منع کرنے لگی تھی، نہیں کر سکی۔ اُس میں بحث کرنے، چلنے پھرنے کی بالکل ہمت نہیں تھی وہ نظریں اُسکے چہرے پر، آنکھوں میں جیسے نقش ہو کر دل میں حشر برپا کر رہی تھیں۔ اُسکے اندر غبار سر اٹھا رہا تھا جسے بامشکل دبائے و صرف کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ گاڑی کے چکنے سے لے کر گھر آنے تک اُس نے کوئی بات نہیں کی بس یونہی باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھتی رہی۔ پیچھے رہ جانے والے مناظر دل پر اپنا گہرا اثر چھوڑ کر جا رہے تھے اور نئے آنے والے مناظر حزن میں مبتلا کر رہے تھے۔

"سیف کچھ دن گھر پر ساتھ رہے گا تمہارے۔" ہُود کے اندر آ کر اطلاع دیئے جانے پر اُس نے چہرہ اٹھا کر اُسکو دیکھا اور پھر ہڈ پہن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ڈاکٹر وارثی نے اُسکو دوسرے دن ہی ڈسچارج کر دیا تھا اور اب اُسے گھر جانا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ غضنفر حویلی نہیں، سلطان خان کے گھر۔

"بہت احتیاط کرنی ہو گی تمہیں۔" اُسکے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ہُود کو کہنا پڑا مگر وہ تو جیسے سارے زمانے سے اکتایا بیٹھا تھا۔

"حویلی جانے میں کیا مسئلہ ہے؟" اُسکے جھنجھلائے انداز پر ہُود اُسکے سامنے آیا۔

"تم سے مجھے ایسے بچگانہ سوال کی اُمید نہیں تھی۔ تم غضنفر حویلی میں ہوئے اور سلطان واپس آ گیا تو پھر۔ تم اُسے ہینڈل کر سکتے ہو مگر وہ تمہیں ہینڈل نہیں کر سکتا۔" ہُود کی تمہید پر اُس نے بے زاری سے سر جھٹکا۔ چہرے پر تھکاوٹ کے باوجود تازگی تھی کیونکہ کافی عرصے بعد اُس نے رات کی نیند لی تھی۔ نہ جانے یہ خوش آئند بات تھی یا نہیں؟ سارے ضروری پیپرز پہ سائن کر کے ڈاکٹر وارثی سے اُسکی ڈائٹ اور دوائیوں کا معلوم کر کے وہ بے زار سے معارج کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی کو ہاسپٹل پارکنگ سے نکال لے گیا۔

"کھانے اور دوائیوں کا خیال رکھنا ہے۔" ڈاکٹر وارثی گو ماہر نفسیات تھے اور ماہر نفسیات دوائیوں کے بجائے تھراپی اور سیلف ہیپنگ پر یقین رکھتے ہیں مگر اُسکے سر درد اور دیگر مسائل جو ذہنی نہیں تھے، اُنکی دوائی دینی پڑتی تھی۔ اُسکی خاموشی پر ہُود نے پریشانی سے اُسکو دیکھا۔ ظاہر ہے وہ اُسکی پریشانی اور اضطراب سمجھ رہا تھا۔ پہلے کی بات اور تھی۔ اب ہر منظر میں وہ لڑکی داخل ہو گئی تھی جسکا معارج سکندر کی پوری ہستی پر اجارہ تھا۔ جو معارج سکندر کے دل پر کئی سالوں سے حکمرانی کر رہی تھی۔ ہُود

نے دروازہ کھولے جانے پر گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے اُس نے معارج کو دیکھا جو یونہی گاڑی میں بیٹھا رہا۔ سیف نے آگے بڑھ کر تیزی سے دروازہ کھول کر اُسکو دیکھا جسکا اُترنے کا بالکل کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔

"باس!" سیف کی مدہم پکار پر، ہُود نے تلملا کر اُسکو دیکھا۔

"سُلطان ہے یہ۔" ہُود کے تیز لہجے پر سیف نے معذرت خواہانہ نظروں سے اُسکو دیکھ کر معارج سکندر کو نیچے اُترنے میں مدد کی اور پھر اُسکو ایک ہاتھ سے تھامے اندر لے کر آیا جہاں ہال میں آیت بیٹھی صدف کے آنے کی منتظر تھی۔ اُسکو معلوم نہیں تھا کہ آج سُلطان کو ڈسچارج کر دیا جائے گا۔ دروازہ کھولے جانے کی آواز پر اُس نے چونک کر چہرہ پھیرا اور پھر سیف نے ساتھ اندر آتے سُلطان کو دیکھ کر تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"اسلام و علیکم!" ساری سوچیں جھٹک کر نرمی سے کہتے ہوئے آگے بڑھی اور پھر سیف کو پیچھے ہونے کا اشارہ کیا۔

"طبیعت کیسی ہے اب تمہاری؟" سیف جانتا تھا کہ سُلطان سے اُسکا کیسا دوستانہ تعلق ہے تبھی اُسکا ہاتھ چھوڑ کر پیچھے ہوا مگر معارج سکندر کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا تبھی قبل اسکے کہ وہ اُسکا بازو تھامتی، سبز آنکھیں تحیر سے پھیلا کر وہ تیزی سے پیچھے کو ہوا۔ آیت کے دل کو شدت کا جھٹکا لگا مگر چہرے کے تاثرات میں صرف حیرانگی دوڑ رہی تھی۔

"میرے خیال سے سیف کے بجائے میں تمہارا خیال اچھے سے رکھتی ہوں۔" اُسکے پیچھے ہونے کو خاطر میں لائے بغیر، اُسکی جانب بڑھ کر آیت نے اُسکا مضبوط بازو نرمی مگر مضبوطی سے تھام لیا۔

"ایسے گھور کیوں رہے ہو، چلو آگے۔۔" اُن پھیلتی، ششدر آنکھوں کو خفگی سے آنکھیں دکھا کر اُس نے معارج سکندر کو ہک دق کر دیا۔ آگے بڑھتے ہوئے وہ خود پر ابھی تک حیران، ساکن، ششدر نظریں محسوس کر رہی تھی مگر اُسے جیسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ ایسے ہے تو بھی ایسے ہی سہی۔

"مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے بجائے آگے دیکھو۔ ساری خد متیں جو تمہاری میں کرنے والی ہوں، ایک ایک واپس لوں گی۔" چہرہ پھیر کر اُن سبز، ٹھہری ساکن پتلیوں میں دیکھ کر انتہائی طمانیت سے باور کروا گیا۔ لرزتے دل کے ساتھ معارج سکندر نے تیزی سے اپنا بازو اُس سے چھڑوا کر آیت کو لڑکھڑا کر دُور ہونے پر مجبور کر دیا۔ کچن سے نکلتی صدف اور پیچھے چلتے سیف نے حیرانگی سے دیکھا جبکہ دیوار پر شور مچاتی گھڑی کی سوئیاں اور آیتِ تطہیر کی دھڑکنیں اُس ناگوار انداز پر اپنی روانگی بھول کر آگے بڑھتے شخص کو دیکھے گئیں اور تبھی معارج سکندر کے سر میں ٹیس اُٹھی، آنکھوں کے آگے آتی دُھند اور اُن سیاہ ہیولوں کے ذہن میں چھاتے ہی وہ تیزی سے سر کو تھام کر لڑکھڑایا اور قبل اس کے کہ زمین بوس ہوتا، قیامت کے زیر اثر آیت نے تیزی سے خود کو چھڑا کر اُسے ایک بار پھر مضبوطی سے تھام لیا۔ معارج سکندر کے دل نے لرز کر اُس لمس پر کروٹ بدلی۔

"تم ٹھیک ہو؟" آگے کو جھک کر اُسکا پچھلا عمل بھلائے، تشویش سے پوچھتی لڑکی نے اُسکا دل ویران، بیابان صحرا کی مانند کر دیا۔ منتشر ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اُس نے ایک بار پھر چہرہ پھیرنے کی غلطی

کر دی۔ نہیں پھیرنا چاہیے تھا۔ اُن سبز دشت کی مانند بے آب و گیا آنکھوں میں وہ چہرہ کسی سہمے ہوئے غزال کی مانند لہرایا۔

"سیف!" اب کی بار نرمی سے آیتِ تطہیر سے ہاتھ چھڑوایا گیا۔ پیچھے چلتا سیف تیزی سے بوکھلا کر آگے آیا جبکہ آیت پیچھے رہ گئی۔

"میرے کمرے میں لے چلو مجھے۔" اپنی جانب بڑھتے سیف کے ہاتھ کو تھام کر ساکن آیتِ تطہیر کو پیچھے چھوڑے وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

✓ تو نے دیکھا ہی نہیں آہو کا بے پرواہ خرام

ہم نے دیکھا، دیکھ ہم ویران ٹیلے ہو گئے۔۔۔

(قاسم شاہ)

اُسے کمرے میں لا کر آرام سے بیڈ پر بٹھانے کے بعد سیف نے تیزی سے دروازہ بند کیا اور بھاگ کر اُس تک آیا۔

"یہ آپ باہر خود کو ایکسپوز کرنا چاہ رہے تھے؟" سیف کے کڑے سوال پر سنبھل کر بیٹھتے معارج نے نا سمجھی سے چہرہ اٹھایا۔

"کیا فضول ہانک رہے ہو؟" دل کی ابھی تک قابو نہ ہوتی دھڑکنوں پر اُس نے جھنجھلا کر کہا۔

"یہ جس طرح سے آپ مس آیت کے ساتھ کر رہے تھے، یہ اندازِ سلطان کا نہیں ہے۔" سیف کی بات پر وہ جو گھڑی کلائی سے اُتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ رہا تھا، ساکن ہوا۔

"تو کیا انداز ہیں سلطان کے؟" اُس نے جس طرح جل کر سوال کیا سیف نے تعجب سے اُسکو دیکھا۔ کیا اُسے اس بات پر اتنا غصہ آ رہا تھا کہ آیتِ تطہیر سلطان کے ساتھ اس قدر دوستانہ برتاؤ کرتی ہے یا پھر اس بات پر کہ وہ اُسکی مُسلم موجودگی سے، اُسکے ایسے ناز اور انداز سے اب تک واقف نہیں ہوا تھا۔

"سلطان اور اُنکے درمیان بہت اچھی اور گہری دوستی ہے۔ وہ کبھی اُنکو ایسے بُری طرح نہیں جھٹک سکتا جیسے آپ نے جھٹکا تھا۔" اُسکی اگلی بات میں کچھ ایسا تھا کہ معارج سکندر کا دل ٹھہر گیا۔ کیا اُس نے بُری طرح؟؟ واقعی میں اُسکا طریقہ جائز نہیں تھا۔ اُسکے لیے وہ معارج سکندر نہیں بالکل اُسکا دوست اور اُسکا شوہر سلطان خان تھا جسکے ساتھ اُسکا برتاؤ اور تعلق بہت دوستانہ تھا۔ وہ تو اپنی زندگی میں معارج سکندر نامی شخص کا باب پانچ سال پہلے ہی ختم کر چکی تھی پھر معارج سکندر نے کیوں دل کے ہاتھوں، جلن اور رقابت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اُسکو جھٹکا؟ وہ اتنی چھوٹی سی حرکت کیسے کر گزرا؟؟

"آپ آرام کریں۔ میں جا کر اُنکو بتا دیتا ہوں کہ آپ کی طبیعت ابھی بھی سٹیبل نہیں ہوئی ہے۔" اُسکے چہرے کے مُضمحل اور خاموش ہوتے تاثرات پر اُسکو کہنا پڑا اور پھر وہ پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ معارج سکندر نے گھٹنے دل کے ساتھ سر بیڈ کراؤن سے اُکا لیا۔ اُسے یاد رکھنا تھا کہ یہ جگہ اُسکی نہیں ہے۔ وہ آیتِ تطہیر کے لیے معارج سکندر نہیں بن سکتا۔ وہ سلطان خان تھا، اُسے وہی رہنا ہو گا۔ دُکھتے سر کو تھپکتے ہوئے اُس نے آنکھیں موند کر گہرا سانس لیا۔ سرد کی تکلیف کا اس بار دل میں اُٹھتے درد سے کوئی مُقابلہ نہیں تھا۔ اُسے بس کچھ گھنٹے کی پرسکون نیند لینی تھی اور لے کر چلے جانا تھا۔ سلطان بس کچھ گھنٹے میں واپس لوٹ آئے گا۔ اُسے یقین تھا۔ وہ معارج سکندر ہو کر سلطان

خان بننے کا ڈھونگ نہیں رچا سکتا، ہود ابراہیم کو غلط لگتا تھا۔ وہ آیتِ تطہیر کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

✓ تھی گزشتہ انکی عجیب ہی، وہ جو جاں سے تھے گزر گئے

ہے تمام شہر تھیری، جو تیری گلی کے تھے، گھر گئے

شب و روز کا ہے معاملہ، نہ کوئی صلہ، نہ کوئی گلہ

وہ معاملہ دل و جاں کا تھا، کبھی جی اٹھے، کبھی مر گئے

تمہیں اپنا حال سنائیں کیا، تمہیں رمز کوئی بتائیں کیا

وہ چلا گیا، تو چلا گیا، وہ جو آ گیا تو سنور گئے

نہیں مجھ میں اب کوئی دلبری کہ نفس نفس ہے ستم گری

میرے سارے رنگ اتر گئے، میرے سارے خواب بکھر گئے

کسی خواب کا ہو خیال کیا، کوئی خواب بھی نہیں درمیاں

کسی رنگ پہ کریں کیا نظر، کہ مژہ تو خوں میں بھر گئے۔۔۔

(سید جون ایلیاء)

"میں آخر کب ملوں گی، سلطان بھائی سے؟" کل کا پورا دن آیت کے بجائے سیف ہی اُس کمرے میں دقتاً فوقاً جاتا رہا حالانکہ اُس نے آیت کو تسلی دے دی تھی کہ سلطان کی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے۔ اُسکو کچھ گھنٹوں کے لیے اکیلا چھوڑ دیا جائے۔ بھرپور نیند لینے کے بعد سلطان اپنی ڈگر پر واپس آ جائے گا۔ وہ دوستانہ سا سلطان جس کو آیت جانتی ہے، جس سے آیت نے نکاح کیا تھا۔ آیت اور صدف نا سمجھی سے سیف کو کہتے سنتی رہیں اور پھر ایک دوسرے کو حیرانگی سے دیکھ کر دونوں رات کے کھانے کے بعد کمرے میں آ گئی۔ آیت کے لیے اُس نے اپنے کمرے میں ہی انتظام کیا۔

"یعنی تمہاری شادی میرج آف کنونیس ہے؟" اُسکے بستر پر دھڑام سے گرنے سے قبل اُس نے سوالیہ کہا جبکہ اُسکا سامان الماری میں رکھتی آیت کا بس ایک پل کو ہاتھ تھا اور پھر اثبات میں سر ہلا کر اُسکی جانب آ کر چادر ڈالنے لگی تبھی صدف کے دوسرے فہمائشی سوال پر آیت نے چونک کر اُسکو دیکھا جس پر سفر کی تھکان سوار تھی مگر آیتِ تطہیر کے شوہر کو دیکھنے کی خوشی کی کوئی حد نہیں تھی۔ سلطان کے اندر آتے وقت بھی اُس نے کچن سے اُسکی پشت دیکھی تھی اور پھر وہ تب کا گیا کمرے سے شام اور پھر رات تک نہیں نکلا۔

"صبح ناشتے کی میز پر مل لینا۔" آیت نے تسلی دیتے ہوئے کہا اور پھر اُسکے برابر آ کر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد صدف کے مدہم خراٹوں کی آواز پر آیت نے مسکرا کر اُسکو دیکھا اور پھر چہرہ سیدھا کر کے چھت پر نصب فانوس کو دیکھنے لگی۔ عشاء کی نماز کے بعد اُس شخص سے شدید ناراضگی اور بے رُخی کے باوجود کتنی ہی دُعائیں اُسکے نام کر کے اُس نے اللہ کے حضور بھجوائیں تھیں۔ وہ دُعائیں جو خالص دل

اور نہایت اُلفت سے لاکھ اُلجھنوں، ناراضگی اور طیش کے باوجود بھیجی گئی تھیں نہ جانے قبولیت کی سند پانے کی ہمت رکھتی بھی تھیں یا نہیں؟

کیا سلطان اور معارج ایک ہی شخص تھے؟ یقیناً یہ دوسری شخصیت، دوسرا نام اُس پیشے کی وجہ سے تخلیق کی گئی ہو گی جس سے وہ منسلک تھا مگر دو متضاد رویے؟ وہ اُسے بے وقوف کیوں بنا رہا ہے؟ وہ کیوں اُسکی آنکھوں میں دُھول جھونک رہا ہے؟ کیوں سلطان بن کر اُس نے اُسے ہمیشہ بچایا، اُس سے ہمیشہ بے تکلف ہو کر ویسے بات کی جیسے اُس نے معارج سکندر ہو کر کبھی نہیں کی؟؟ سوال اتنے سُر اُٹھا رہے تھے کہ کوئی انت نہیں اور جواب ایک بھی میسر نہیں تھا۔

✓ ایمان سے آگے ہے کہیں شرک کی منزل

وہ دوسرا دیکھے جسے پہلا نظر آئے۔۔۔

(سید مبارک شاہ)

صبح اُسکی آنکھ کافی دیر سے کھلی تھی اُس تھکاوٹ کی وجہ سے جو اُسکے روم روم میں اُتری ہوئی تھی۔ کروٹ بدل کر ڈریسنگ ٹیبل سے لینسز کی ڈبیا اور سیاہ گلاسز نکال کر سیدھا ہوتے ہوئے اُس نے خود پر سے کمبل اتار کر لینسز تبدیل کر کے سیاہ گلاسز آنکھوں پر لگائی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ دو دن کی اُسکی غیر موجودگی سے غضب حویلی میں کوئی کھرام نہیں مچ سکتا تھا، اُسے خبر تھی لیکن یہاں سارے معاملات نہیں چھوڑے جاسکتے تھے۔ پاؤں زمین پر ٹکا کر اُٹھنے سے قبل وہ چونک گیا۔ اُسکے کمرے میں

تو کارپٹ ہی بچھے ہوئے تھے یہ تو۔۔۔ سر جھٹک کر وہ تیزی سے کھڑا ہوا۔ عموماً بیڈ کے پاس ہی اُسکی مخصوص سیاہ سٹک ہوتی تھی مگر آج وہاں نہیں تھی۔ یقیناً سیف صاحب نے عقل کا استعمال کرتے ہوئے جگہ تبدیل کی ہو گی۔ چند قدم ہی آگے ہوا تھا دروازہ آہستگی سے کھولے جانے پر اُسکی نگاہ تیزی سے اُس جانب گئی اور پھر آگے بڑھتے ہوئے سامنے پڑے سڑ سے ٹکرا کر وہ بُری طرح نیچے کو گرا۔ اندر جھانکتی آیت اُسے یوں ٹکرا کر گرتے دیکھ کر شل ہوئی اور پھر بھاگ کر اُس تک آئی۔ اُسکے قدموں کو قالین نے اپنے اندر مدغم کر لیا تھا تبھی کوئی چاپ پیدا نہیں ہو سکی۔ وہیں ٹھہر کر آنکھیں پھیلانے وہ اُس شخص کو زمین پر گرتی اپنی سیاہ گلاسز اٹھاتے دیکھنے لگی اور پھر چہرہ اٹھا اور آیتِ تطہیر جو صرف اس بات پر ہی مست تھی کہ وہ شخص معارج ہو یا سلطان کوئی بھی ہو کم از کم یہ دُنیا اور اُسے دیکھ تو سکتا ہے، اندر تک ویران ہو گئی۔ سبز آنکھیں اب سفید تھیں۔ وہ آنکھیں جنہوں نے کل اُسے چاہت اور اُلفت سے مغلوب ہو کر دیکھا تھا، وہ۔۔۔ کہیں بھی نہیں تھیں۔ اُسکا دل زخمی ہو کر مدہم رفتار سے دھڑکنے لگا۔۔۔ اُسکی تاویلیں غلط تھیں۔ وہ تسلیاں جو وہ اپنے دل کو اُس فریب، اُس دھوکہ دہی پر دیتی آ رہی تھی وہ سب جھوٹ تھا؟؟

"کون ہے؟" کسی کی مُسلم موجودگی محسوس کرنے کے باوجود، خاموشی طاری رہنے پر اُس نے آہستگی سے کہا۔

"عروج۔۔۔!" اُسکی غیر حاضری پر صرف وہی آ کر خیریت پوچھ سکتی تھی مگر مسلسل خاموشی پر اس سے قبل اٹھ کھڑا ہوتا، آیت لرزتے، پھٹتے دل اور مُنہدم ہوتے وجود کے ساتھ تیزی سے پلٹ کر کھلے دروازے سے باہر بھاگ گئی۔ چند لمحے وہ یونہی نا سمجھی سے بیٹھا رہا۔

"باس!" تبھی کمرے کے کھلے دروازے کو دیکھ کر اندر آتا سیف اُسکو نیچے گرے دیکھ کر بھاگ کر اُس تک آیا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟" اُسکو چونک کر کھڑا ہوتے دیکھ کر سیف نے حیرانگی سے سوال کیا۔

"تم گھر نہیں گئے؟" اُسکے سوال پر سیف نے تعجب سے اُسکو دیکھا۔

"ہم غضنفر حویلی نہیں سکندر ہاؤس میں ہیں۔" سیف کی اطلاع پر اُس نے جھٹکے سے پلٹ کر سیف کو دیکھا۔

"واہٹ! تو سلطان کہاں ہے؟" اُسکے حیران سوال پر سیف نے بھی نا سمجھی سے اُسے سر تا پا دیکھا۔

"یہ سوال تو مجھے آپ سے کرنا چاہیے۔ آپ کیسے۔۔۔؟" اُسکے لہجے میں سخت تشویش اور پریشانی تھی۔
بوکھلا کر اُس نے تیزی سے جیب میں سے سیل فون نکالا اور پھر ڈاکٹر وارثی کا نمبر ملا کر کان سے لگایا۔
دوسری بیل پر کال اٹھالی گئی۔

"سلطان آج بھی واپس نہیں آیا، سر۔" اُسکے سرسراتے لہجے پر دوسری جانب مصروف سے ڈاکٹر وارثی سب چھوڑ کر تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا کہہ رہے ہو؟ آج سلطان کو واپس آنا تھا۔" اُنکے لہجے کی بے یقینی پر سیف نے حیران آنکھوں سے گلاسز اتارتے معارج سکندر کو دیکھا جو گہرا سانس لے کر بیٹھتے ہوئے دراز سے لینز کی ڈبیا نکال رہا تھا۔
"آج تیسرا دن ہے اور سلطان نہیں آیا۔" اُسکی بات پر ڈاکٹر وارثی نے پیشانی سہلا کر ٹیبل پر پڑے کیلنڈر کو کھسکا کر اپنے مقابل کیا۔

"تم معارج کا دھیان رکھنا۔ اُسکو سخت کیتر کی ضرورت ہو گی۔" اُنکی بات کا مطلب سمجھ کر سیف نے اثبات میں سر ہلا کر کال منقطع کی اور پھر یونہی ساکن چہرے سے معارج کے پاس آیا جس نے آنکھوں میں لگائے گئے لینز اُتار کر، ڈبیا میں رکھ کر چہرہ اُٹھایا۔ وہی مخصوص سیاہ آنکھیں لوٹ آئیں تھیں۔ اب نہ آنکھوں کے آگے دھندلاہٹ تھی، نہ سفیدی۔ سیف نے گہرا سانس لے کر اُسکو دیکھا۔

"قسم سے اتنے رنگ گرگٹ نہیں بدلتا، جتنے آپ کی آنکھوں کے بدلتے ہیں۔" اُسکے یوں جل کر کہے جانے پر معارج سکندر کے سبز لینز اُٹھا کر آنکھوں کے قریب لے جاتے ہاتھ تھمے اور پھر اُس نے جن خُشمتگیں نظروں سے اُسے گھورا، سیف تمللا کر رہ گیا۔

"آپ نے مِس آیت سے فرینڈلی ڈیل کرنا ہے۔ کل کی طرح نخرے اور ایٹیٹیوڈ دکھایا تو۔۔۔" وہ جب لینز لگا کر کھڑا ہوا تو سیف کی زبان ایک بار پھر چلنے لگی جسے بروقت بریک وہ لگا تو نہیں سکا مگر خیر۔۔۔

"تمہاری ہڈی لوک رہی ہے، ہے نہ؟" تصدیقی سوال پر سیف نے لب بھینچ کر مسکراہٹ دبا کر تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ کے بھلے کے لیے کہہ رہا ہوں۔" ساتھ ہی اپنی پوزیشن واضح کی گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ پھر کوئی کراہ سا جواب دیتا، اُسی وقت بیل کی آواز پر دونوں نے چونک کر دروازہ کی جانب دیکھا۔

"میرے خیال سے ہُود آیا ہے۔" تیزی سے کہہ کر سیف باہر بھاگا جبکہ معارج نے سر جھٹک کر ڈریس روم کا رخ کیا۔ اچھی طرح فریش ہو کر سیاہ رنگ کی دھاریوں والی ٹرٹل نیک سویٹر اور سیاہ ہی

ڈریس پینٹ پہن کر باہر نکلا۔ بال سکھا کر وہ جو پیچھے کی جانب بٹھانے لگا تھا یاد آنے پر گہرا سانس لیتے ہوئے ہیر ڈرائیو سے سکھا کر یونہی بے پرواہی سے ہاتھ چلا کر سیاہ گھنے بال پیچھے کیئے اور پھر شیشے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھا۔ سبز آنکھیں یونہی ساکن سی اُس چہرے کو دیکھتی رہیں جس کا آئینے میں عکس واضح تھا۔ وہ دو شیشے بٹا ہوا اُسکا عکس دکھا رہے تھے بالکل اُسکی شخصیت کی طرح۔ سویٹر کے بازو قدرے پیچھے کر کے تیزی سے ڈریسنگ روم سے باہر نکلا اور پھر کمرے سے باہر نکلنے سے قبل اُس نے یوں گہرا سانس لے کر ہمت مُجتمع کی جیسے محاذِ جنگ پر جانے لگا ہو۔ آیتِ تطہیر کا سامنا یوں ہوش و خرد میں، جاگتی آنکھوں سے کرنا بے حد کھٹن تھا۔ اُس عورت کا سحر ہر زمانے کی تفریق سے بے نیاز اُسکے دل پر، اُسکی ہستی کے لیے بے حد مہلک تھا۔ بس دل کی بے چینی اور اضطراب کے لیے یہ کافی تھا کہ تطہیر کے لیے وہ معارج سکندر نہیں، سلطان خان تھا۔ وہ اُس سے یوں بے تکلف برتاؤ کبھی نہیں کر سکتی تھی۔ اُسکا کردار تو تطہیر کی زندگی سے آج سے پانچ سال قبل ہی رخصت ہو گیا تھا۔ وہ تو اُسکے دل اور نگاہ میں کبھی ٹھہر ہی نہیں سکا تھا۔ یہ امتحان کس قدر مُشکل تھا۔ یہ آزمائش روح چھلنی کر دینے والی تھی۔

✓ بس ایک گماں ہے اپنے ہونے کا وگرنہ ہم تو

عُدو کے دل میں نہیں، یار کی نظر میں نہیں۔۔۔

(شعیب بخاری)

"اللہ! مجھ سے مزید انتظار نہیں ہو رہا۔" جب سے سیف بتا کر گیا تھا کہ سلطان فریش ہو کر ناشتہ کرنے آ رہا ہے تب سے صدف بار بار پلٹ کر بند دروازے کو دیکھتی جبکہ آیت اُسکی بے چینی اور دلچسپی سے بے نیاز چائے کے کپ پر نظریں جمائے نہ جانے کن سوچوں میں غرق تھی۔ گھڑی کو دیکھتی صدف اور کپ کی سطح پر ہاتھ پھیرتی آیت دونوں کو کمرے کا دروازہ کھل کر بند ہونے کی آواز نہیں آ سکی۔ دونوں چونکی تب جب عقب سے بھاری "سلام" کی آواز آئی۔ صدف نے مسکراہٹ دبا کر چونک کر سیدھی ہوتی آیت کو دیکھا اور پھر تیزی سے چہک کر کھڑی ہوئی۔ تب تک بیرونی دروازے سے سیف کمال اور ہود ابراہیم داخل ہو گئے تھے۔

"وعلیکم اسلام، سلطان بھائی! قسم سے آپ تو عید کا چاند ہو گئے۔ بالکل نہیں وہ بھی اتنا انتظار نہیں کرواتا۔ میں آپ کی بیگم کی اکلوتی۔۔۔۔۔" پلٹے بغیر اُس نے فرائے سے چلاتی زبان سے اُن سب کو ٹھٹکا دیا مگر سامنے آ کر ڈائیننگ ٹیبل کی کرسی کے ہتھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوتے شخص کو دیکھ کر اُسکی زبان پر فالج گر گیا۔ پھیلتی آنکھوں اور پھیکے پڑتے چہرے سے اُس نے چہرہ جھکا کر خاموش بیٹھی آیت کو دیکھ کر دوبارہ وہاں دیکھا مگر وہ شخص یونہی کھڑا رہا۔ وہ اُسکا وہم نہیں حقیقت تھا جبکہ معارج سکندر نے اُس لڑکی کو پہچاننے کے باوجود اپنے تاثرات انجان رکھے۔

"آ۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔ آپ ی۔۔۔۔۔" بوکھلاہٹ اور بے یقینی سے اُس سے کچھ کہا تک نہیں گیا۔ "کیا ہے آپ میری بیگم کی اکلوتی۔۔۔؟" مسکراتے استفسار اور کھٹکتے لہجے پر آیت کے دل کی دھڑکن سُست ہوئی اور پھر اُس نے بے اختیار نگاہیں اٹھا کر چہرہ پھیرا۔ اُسکے چہرے پر در آتے تاثرات سے انجان اور بے نیاز، سبز آنکھیں چمکتے ہوئے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ رہی تھیں۔

"آپ۔۔۔ آپ کا نام۔۔۔ معارج نہیں۔۔۔؟" صدف کو واقعی کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی جبکہ اُس نام پر سبز آنکھوں والے شخص کی مسکراہٹ تیزی سے سمٹی جبکہ دروازے کے پاس کھڑا ہُود تیز قدموں سے آگے بڑھا۔

"نہیں۔۔۔ یہ سلطان خان ہے۔" کسی اور کی آواز پر صدف نے پلٹ کر نا سمجھی سے دیکھا اور پھر دھیان دیئے بغیر چہرہ پھیرا۔ نئے نئے لگنے والے دھچکے نے اُسکی عقل پر تالے لگا دیئے تھے۔

"آیت۔۔۔ یہ تو معارج سکندر کا چہرہ۔۔۔" صدف نے اُسی بے یقینی سے اُنکی اٹھا کر ساکت کھڑے شخص کی جانب اُٹھائی۔ آیت نے اُس شخص کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر صدف کا ہاتھ کھینچ کر ایک جھٹکے سے اُسے بٹھایا۔

"نہیں۔۔۔ یہ سلطان ہے۔۔۔" اُس نام کو زبان پر لائے بغیر اس سختی سے اُس نے یک دم سخت اور تیز لہجے میں تردید کی کہ اُن سب نے بیک وقت اُسکو دیکھا۔ معارج سکندر نے خاموش ہو جاتے دل سے اُسکو دیکھا جو بے تاثر چہرے کے ساتھ چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا چکی تھی۔

"لیکن یہ۔۔۔" صدف کو ابھی بھی کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"خبردار جو اب کوئی فضول بکواس کی تو۔۔۔" اُسکا غصے بھرا لہجہ یک دم جس طرح لرز کا کانپا، صدف نے کانوں کا ہاتھ رکھ کر اُسکو دیکھا جسکا بے تاثر چہرہ پتھر سے زیادہ سخت ہو رہا تھا۔

"اسلام و علیکم۔۔۔!" نظر اُٹھاتے ہی ہک دق رہ جاتے سیف اور ہُود کو دیکھ کر اُس نے آہستگی سے کہتے ہوئے سارے خاموش ہو کر ٹھہر جاتے ماحول کو حرکت عطا کر دی۔ معارج گھٹتے دل سے بغور

اُسکو دیکھے گیا جو اطمینان سے کھڑی ہو کر یوں اُھود اور سیف سے حال چال پوچھ رہی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"تم ابھی تک کھڑے ہو۔ تمہاری پہلے ہی طبیعت ٹھیک نہیں ہے سلطان۔" صدف کی ششدر، بے یقین نظروں کو بڑی خوش اسلوبی سے نظر انداز کیئے وہ اپنی کرسی چھوڑ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ چونکتے معارج سکندر نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر اپنی جانب پریشانی سے دیکھتے اُھود اور سیف کو دیکھا کر کرسی پر بیٹھا۔

"میں خود۔۔۔" اُسکو اپنے سامنے ناشتے کے لوازمات رکھتے دیکھ کر وہ جو کچھ کہنے لگا تھا، تطہیر کی نظروں پر ساکن ہوا۔

"اُونہوں! بیماری میں تمہارے نخرے اُٹھائے جاسکتے ہیں مگر ٹھیک ہوتے ہی بھول جانا کہ میں کبھی تمہارے کام آؤں گی۔" اندر اُترتی قیامت کے اثرات اُسکے مُسکراتے چہرے پر کہیں نہیں تھے جبکہ معارج اُس لہجے پر چونک کر اُسکو دیکھے گیا۔ کچھ تھا اُس لہجے، اُس انداز میں جسے وہ کوئی نام نہیں دے سکا۔ صدف آنکھیں پھاڑ کر آیت کے انداز ملاحظہ کر رہی تھی اور خود پر جمی اُھود ابراہیم کی نظروں سے غافل تھی۔

"میں نے تو سنا تھا کہ دوست دوستوں کے کام آتے ہیں مگر تم مجھے ابھی سے ہری جھنڈی دکھا رہی ہو۔" اب انداز سلطان والا تھا مگر اُس لہجے پر آیت کا کپ میں چائے ڈالتا ہاتھ لرزا۔

"وہ دوست اور ہوتے ہوں گے۔ مجھ سے ایسی کوئی اُمید مت رکھنا۔" تیزی سے ہاتھ پیچھے کر کے اُس نے چائے کا تھرماس ٹیبل پر رکھ کر کرسی سنبھالی۔

"تم پر مشکل وقت آیا نہ تو سب سے پہلے میں تمہیں چھوڑ کر بھاگوں گی۔" اب چہرہ اٹھا کر براہ راست اُن سبز آنکھوں میں سُنہری آنکھیں گاڑھ کر کہتے ہوئے اُس نے ہال میں بیٹھے تمام نفوس کا سانس روک دیا۔ ہُود اور سیف نے آنکھیں پھیلا کر بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ معارج سکندر چہرہ اٹھائے اُن سُنہری آنکھوں کو دیکھے گیا جن کی کاٹ اس قدر سخت تھی کہ وہ اندر باہر سے لہولہان ہو گیا۔ اس عورت کی رفاقت تو سلطان خان کو بھی میسر نہیں آنے والی تھی کیونکہ کچھ تھا چُبھتا ہوا، کچوکے لگاتا ہوا سا اُن سُنہری آنکھوں میں کہ معارج سکندر کی چھٹی جس یک دم چوکنا ہو گئی۔ بھید عیاں کر کے بھی سب چُپھاتی آنکھوں نے اُسے سُن کر دیا تھا۔

"میرے خیال سے یہ بہت سخت بات ہے۔" سیف نے کھنکھار کر ایک دوسرے کو پلک جھپکے بغیر دیکھتے نفوس کا دھیان بھٹکانا چاہا۔ آیت نے چونکے بغیر چہرہ پھیر کر سیف کمال کو دیکھا اور دھیرے سے مُسکرا دی۔

"سخت بات تو ہے مگر قرینے سے سچ بتانے کا ہنر میرے پاس نہیں ہے۔" مُسکرا کر کہتی، تطہیر نے معارج سکندر کی دھڑکنیں سُت کر کے پہلے سے مُنتشر وجود کو خالی کر دیا۔ کہیں اندر کے عمیق اندھیروں میں مدغم زندان میں آہنی زنجیروں سے جھکڑے ہوش و خرد سے بیگانہ شخص کے وجود میں لرزش ہوئی۔ دل میں اٹھتا درد دونوں جانب یکساں اثر کر رہا تھا مگر اُس شخص کی وجود کی لرزش لمحے بھر کی تھی۔ آہنی زنجیروں نے اُسکی مزحمت معدوم کر دی۔ چہرے پر بکھرے بالوں کے باوجود اُس

بے ہوش پڑے شخص کا چہرہ قابل شناخت لگ رہا تھا۔ وہ زندان کے اندھیرے میں، آہنی زنجیروں کا اسیر قیدی 'سلطان خان' تھا۔ اُس زندان کی سرد، تنگ دیواریں جہاں جابجا پَر اور بے پَر تتلیاں، کسی کا خوبصورت، دل کش چہرہ کونے کی راہ سے بنائے گئے تھے۔ وہ جس زدہ ماحول اُس شخص کے وجود کی عادی معلول رہا تھا۔ ایک سیاہ، ٹوٹی پھوٹی دیوار پر موجود روشن دان کے کچھ آہنی سرے اندر موجود اسیر کی مزاحمت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ اس بار وہ اسیر قیدی ان آہنی زنجیروں، اُس زندان کی سلاخوں کو پار کرنے میں ہمیشہ کی طرح کامیاب ہوتا ہے یا نہیں؟ اس بات کا فیصلہ آنے والی وقت کا تھا یا اُس تنگ و تاریک زندان کے بے بس قیدی کا جسکا زندان مسکن تھا۔

✓ کچھ پرندے ہیں نہیں پیڑ کے عادی وہ بھی

چھوڑ جائیں گے کسی روز یہ وادی وہ بھی

خواب میں کچھ دَر و دیوار بنا رکھے ہیں

جانے کیا سوچ کے تعمیر گرا دی وہ بھی

میرے گھر میں نئی تصویر تھی اُس چہرے کی

رنگ دیوار کا بدلا تو ہٹا دی وہ بھی

میں نے کچھ پھول بنائی تھے، مٹا ڈالے ہیں

ایک تتلی بھی بنائی تھی، اڑا دی وہ بھی

مجھ کو جادو نہیں آتا تھا، پری سے سیکھا

بن گيا آپ بهي، پتھر كي پنا دي وه بهي
 ميں نے اِك راه نكالي تهي زمانے سے اَلگ
 تُو نے آتے هي زمانے سے ملا دي وه بهي۔۔۔
 (فصل عجمي)

جاري هے!

”بسم الله الرحمن الرحيم۔۔۔

السلام عليكم احباب۔۔۔۔

”ناولز كي دنيا“ كے ناولز ميں خوش آميد۔۔۔۔

ناولز كي دنيا (NKD) كي جانب سے ناولز كو بغير كسي غلطى كے آپ تك پهچانے كي كوشش كي گئي۔ اگر كوئي غلطى اس ميں ملتي هے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ كيونكه ناول كو پورا پروف ريڊ كر كے هي پبلش كيا جاتا هے چوك هونا محض اتفاق هوكا۔۔

نئے اور مختلف لكھنے والوں كے ليے ”ناولز كي دنيا“ ويب سائيٹ / گروپ / پيج / يوٲوب چينل دے با هے تمام لكھاړيوں كو ايك ايسا پليٹ فارم جهاں آپ اپني خدا داد صلاحيتوں كو اپنے قلم سے تحرير كر كے اپنا اور اپنے ملك كا نام روشن كر سكتے هيں۔۔۔ اگر آپ كو بهي الله كي طرف سے يه صلاحيت دي گئي هے تو اسے اجاگر ضرور كريں۔۔۔ هميں آپ جيسے هي لكھاړيوں كي تلاش اور ضرورت هے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جائے گی۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(user name [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page:- [Zoya Talib](#) (UserName: [Novelskiduniya77](#))

Youtube Channel: [Novels Ki Dunya \(NKD\) Official](#)

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔ لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں۔۔۔۔۔ شکر یہ۔۔۔۔۔